رجسٹرڈ نمبر ۱۷۱ء

سنہ ۱۹۲۹ء

معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت :- عہ رسالانہ،

مطبع معارف میں چھپکر

دار المصنفین اعظم گڈہ سے شائع ہوا،

فہرست کتبخانۂ تجارتی دار المصنفین اعظم گڈھ

دائرۃ المعارف

یعنے

معارف اعظم گڈھ

کی

تیئیسوین جلد

از

جنوری سنہ ۱۹۲۹ء تا جون سنہ ۱۹۲۹ء

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

مطبع معارف دار المصنفین اعظمگڈھ

فہرست مضمون نگارانِ معارف

جلد بست وسوم جنوری ۲۹ء تا جون ۲۹ء

(بہ ترتیب حروف تہجی)

فہرست مضامین

جلد بست و سوم جنوری سنہ ۲۹ء تا جون سنہ ۲۹ء

جلد بست و سوم	ماہ رجب سنہ ۱۳۴۷ھ مطابق ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۹ء،	عدد اول

مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

نئے سال کے آغاز میں چاہیے تھا کہ کوئی نیا مضمون شروع ہوتا، لیکن مجبوراً ہم کو ایک نہایت پرانے مضمون کی بحث چھیڑنی پڑی، آجکل اس نئی دنیا میں ہر چیز پر جدت کا رنگ چڑھ رہا ہے، پرانے نظریے ٹوٹ رہے ہیں، اور پرانے خیالات جا رہے ہیں، کسی پرانے دعوی کے غلط ہونے اور اسکے بالمقابل کسی نئے دعوے کے صحیح ہونے کی یہی دلیل کافی سمجھی جاتی ہے، کہ وہ خیال پرانا اور یہ خیال نیا ہے، غرض اس نئی دنیا کے نئے زمانہ میں قدامت سے بڑھ کر کوئی چیز بری نہیں اور جدت سے بڑھکر کوئی چیز بہتر نہیں، اور یہی نئی منطق آج ارسطو کی پرانی منطق کی قائم مقام ہے اس دائرہ کی وسعت میں مذہب، فلسفہ، تاریخ، صنعت ہر چیز داخل ہے،

شاید ناظرین کو یاد ہو کہ مولانا محمد علی صاحب ایم۔اے کے ایک بالکل نئے فتوی پر جسکا مفہوم یہ تھا، کہ اسلام صغر سنی کی شادی جائز نہیں اور اسی کے سلسلے میں یہ تھا کہ حضرت عائشہؓ کے متعلق جو یہ مشہور ہے کہ وہ صغر سنی میں بیاہی گئی تھیں، صحیح نہیں ہے، ہمنے معارف (جولائی ۱۹۲۸ء) کے شذرات میں کچھ سوالات کئے تھے کئی مہینے بعد احباب کے اصرار پر صاحب مضمون نے اپنے اخبار میں ان شذرات کا جواب دیا ہے، ہمنے تحقیق حق کیلئے مناسب سمجھا کہ اس جواب کی تنقید کریں، اور اسکے مباحث کو واضح کر دیں ہمنے چار پانچ روز میں اسکا طویل جواب لکھکر اخبار مذکور سے دریافت کیا کہ کیا وہ اسکو شائع کریگا، مگر اس نے اسکو منظور نہ کیا، اور عام ناظرین کو جواب دیدیا کہ آپ معارف میں ہمارا مضمون شائع کریں تو ہم آپکا مضمون شائع کریں گے، چونکہ ان اوراق کے لکھنے پر محنت صرف ہو چکی تھی اسلئے اس مضمون کو شائع کرنا مناسب معلوم ہوا، اور آج عمر میں پہلی بار اس مناظرانہ طریق کی تحریر چھاپنے کا جرم ہم سے سرزد ہو رہا ہے، امید ہے کہ ناظرین اسکو معاف کریں گے، اس کے بعد نفس صغر سنی کی شادی کے متعلق ایک بحث آئیگی اور اسی پر اس کا خاتمہ ہو جائے گا، شذرات کا حصہ بھی اسی مضمون کی نذر ہو گیا ہے، لیکن اس کے سوا چارہ نہ تھا،

مقالات

حضرت عائشہؓ کی عمر

مولانا سید سلیمان ندوی کے اعتراضات کا جواب

از

مولانا محمد علی صاحب لاہوری

صغر سنی کی شادی اور حضرت عائشہؓ

حضرت عائشہؓ کی عمر کا سوال مدت سے میرے دل میں کھٹکتا رہا ہے، نہ اس لئے کہ میں نے اس بات کو ناممکن سمجھا ہو کہ کوئی نو سال کی غیر معمولی قوے کی لڑکی حدِ بلوغ کو پہنچ جائے اور اس میں تعلقات ازدواجی کی صلاحیت پیدا ہو جائے، بلکہ اس لیے کہ ایک طرف اگر وہ احادیث تھیں جنہیں حضرت عائشہؓ کی عمر کا بوقتِ نکاح چھ یا سات سال ہونا اور بوقت رخصتانہ ۹ سال ہونا بیان کیا گیا ہے تو دوسری طرف بعض ایسی احادیث بھی تھیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ حضرت عائشہؓ کا سن اتنا چھوٹا نہ تھا، مگر میں نے اس سوال پر کبھی غائر نظر نہیں ڈالی، سال رواں میں جب صغر سنی کی شادی کے متعلق ایک بل اسمبلی میں پیش ہوا، تو مجھے ضرورت محسوس ہوئی کہ میں بھی اس امر پر اپنے خیالات کا اظہار کروں، کہ آیا صغر سنی کی شادی اگر قانوناً روک دی جائے تو یہ امر خلافِ شریعت اسلامی ہوگا، میں نے اس مسئلہ پر غور کیا تو میری سمجھ میں یہی آیا کہ ایسی ممانعت خلافِ شریعت اسلامی نہیں کیونکہ شریعت اسلامی کا منشا بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ شادی بلوغ کے بعد ہو چنانچہ میں نے اپنی جماعت کے چند علماء کے خیالات کو بھی معلوم کیا تو ان کی رائے کو اپنی رائے کے موافق پایا، اور ایک مضمون اس موضوع پر انگریزی میں لکھ کر اخبار "لائٹ" میں شائع کیا، اس مضمون کے ذیل میں مجھے

اس بات کا جواب دینے کی ضرورت محسوس ہوئی جو صغر سنی کی ممانعت کو خلافِ شریعت اسلامی قرار دینے والوں کی طرف سے زور سے پیش کی گئی تھی کہ حضرت عائشہؓ کی شادی صغر سنی میں ہوئی اور جب خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مجوز ہوں تو اور کسی کو کیا حق ہے کہ وہ صغر سنی کی شادی کو روک سکے،

اصل مبحث

اس مضمون کا اردو ترجمہ میرے دوست محمد صاحب ایڈیٹر پیغام صلح نے خود کر کے پیغام صلح میں بھی شائع کیا، پیغام صلح میں یہ جواب ان الفاظ میں تھا "اس کے خلاف یہ کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہؓ سے اس وقت شادی کی جب وہ چھ یا سات سال کی عمر میں تھیں، ایسی احادیث کو اگر معتبر بھی سمجھا جائے تو بھی یہ ایک مسلم بات ہے کہ شادی اور طلاق کے قوانین جو قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں مدینہ میں نازل ہوئے اور حضرت عائشہؓ سے آنحضرت صلعم کا نکاح اس وقت ہوا جب ابھی آپ مکہ میں تھے، اس لئے اگر یہ نکاح فی الحقیقت حضرت عائشہؓ کی صغر سنی ہی میں ہوا ہو تو بھی اس خاص قانون کے بالمقابل جو بعد میں نازل ہوا اور اس کے اس حکم معلوم کے خلاف جو خود آنحضرت صلعم نے بیان فرمایا، بطور دلیل پیش نہیں کیا جا سکتا"

اس جواب کے ساتھ ہی ذیل کے الفاظ بھی ہیں جو پیغام صلح سے ہی نقل کرتا ہوں،

"لیکن یہ باور کرنے کے وجوہ ہیں، کہ حضرت عائشہؓ آنحضرت صلعم سے نکاح کے وقت فی الحقیقت اس قدر صغر سن نہ تھیں معتبر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی بڑی بہن حضرت اسماءؓ سے دس برس چھوٹی تھیں اور حضرت اسماءؓ کی عمر اس وقت جب آنحضرت صلعم نے مدینہ کو ہجرت کی ستائیس سال تھی، اس لحاظ سے حضرت عائشہؓ کی عمر اس وقت جب آنحضرت صلعم نے ہجرت سے ایک سال قبل ان سے شادی کی سولہ[۱۶] سال تھی"

اس جواب سے ظاہر ہے کہ میرے مضمون کا اصل مبحث حضرت عائشہؓ کی عمر نہ تھا بلکہ صغر سنی کی شادی تھا، اور حقیقی جواب جو میں نے دیا ہے وہ اسی قدر تھا کہ حضرت عائشہؓ کا نکاح مکہ میں ہوا اور نکاح کے قوانین جو قرآن کریم میں نازل ہوئے وہ اس کے بعد مدینہ میں نازل ہوئے اور یہ جواب یہ فرض کر کے دیا گیا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی شادی صغر سنی میں ہوئی، لیکن ضمناً یہ بات بھی بیان کر دی گئی ہے کہ یہ باور کرنے کے وجوہ بھی ہیں کہ حضرت عائشہؓ کی عمر اس وقت

اتنی تھوڑی ہی نہ تھی ،

بنائے استدلال

اس مضمون کے نکلنے پر اور پھر اس پر جو تنقید معارف (جولائی) میں ہوئی ، مجھے متعدد خطوط موصول ہوئے کہ حضرت عائشہؓ کی عمر کے سوال پر پوری روشنی ڈالی جائے ، مگر سب سے بڑھکر سید ریاست علی صاحب ندوی کا اصرار رہا کہ میں ان روایات کا پتہ دوں جس کے لیے انھوں نے متعدد خطوط میرے دوست محمد صاحب کو لکھے ، کہ میں اپنی غلطی کا اقرار کروں سو یہ تو درست ہے کہ جب حضرت عائشہؓ کے حضرت اسماءؓ سے دس سال چھوٹے ہونے کا حوالہ میں نے دیا تو میرے ذہن میں اکمال کا حوالہ بھی تھا ، جو پچھلے دنوں بصورت اشتہار شائع ہوا ، اور جس پر سید سلیمان صاحب نے معارف میں تنقید بھی کی ہے ، اس کے علاوہ میرے ایک کرم فرما نے مجھ سے ذکر کیا کہ ان کے پاس ، اسد الغابہ کا ایک حوالہ ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت عائشہؓ کی عمر نکاح کے وقت بارہ سال تھی ، اتفاق سے اسد الغابہ میرے پاس نہ تھی اور چونکہ انھوں نے جزم سے یہ کہا کہ ایسا حوالہ موجود ہے مگر کتاب اس وقت نہیں ملی ، اس لیے میں نے ان کی یادداشت پر اعتماد کیا (البتہ اب جبکہ کتاب اسد الغابہ میں نے منگوا کر دیکھی تو حضرت عائشہؓ ، حضرت اسماءؓ ، حضرت ابوبکرؓ کے تذکرے میں مجھے یہ حوالہ نہیں ملا ، گو میرے وہ دوست اب بھی کہتے ہیں کہ انھوں نے ایسی عبارت اسد الغابہ میں پڑھی ہے اور فرصت ملنے پر وہ اس کو نکال دیں گے) مگر ان سب سے بڑھکر مجھے خود بعض معتبر احادیث کی بنا پر یہ خیال تھا کہ حضرت عائشہؓ کی عمر نکاح کے وقت اتنی چھوٹی نہ تھی ،

ضمنی بحث کی وجہ سے کم توجہی

مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ کی عمر کے متعلق چونکہ ضمنی ذکر کیا تھا ، اور اصل مبحث کچھ اور تھا جس پر عمر کے چھوٹا یا بڑا ہونے سے کوئی اثر نہ پڑتا تھا ، اس لیے میں نے اس پر کوئی زیادہ توجہ نہیں کی ، اور ان امور کی بنا پر جو میرے ذہن میں موجود تھے حضرت عائشہؓ کی عمر کے متعلق وہ الفاظ لکھے جنکو اوپر نقل کر چکا ہوں ، ان میں علاوہ عمر کے بڑا ہونے کے یہ ذکر ہے کہ ہجرت سے ایک سال پہلے حضرت عائشہؓ کی شادی ہوئی حالانکہ ایک سال پہلے نہیں بلکہ تین

سال پہلے نکاح ہوا تھا ، گو روایتیں دونوں قسم کی موجود ہیں یعنی بعض روایتوں میں تین اور بعض میں ایک سال قبل ہجرت حضرت عائشہؓ سے نکاح کا ذکر ہے[1] ،

نو سال کی عمر میں نکاح کی روایات

یہ تو محض تمہیدی باتیں ہیں اب میں اصل مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں ، روایات کے بڑے حصہ کا اس بات پر اتفاق نظر آتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی عمر نکاح کے وقت چھ یا سات سال تھی ، اور رخصتانہ کے وقت ۹ سال تھی اور آنحضرت صلعم کی وفات کے وقت اٹھارہ سال تھی ، لیکن طبقات ابن سعد میں دو روایتیں حضرت عائشہؓ کے ذکر میں ایسی ہیں جنمیں نو سال کی عمر میں نکاح کا ہونا بیان کیا گیا ہے ، چنانچہ جلد ہشتم صفحہ ۴۰ پر ہے تزوجها رسول اللّٰہ صلعم وھی بنت تسع سنین ، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا جب وہ نو سال کی تھیں ، اور صفحہ ۴۲ پر ہے نکحها النبی صلعم عائشة وھی ابنة تسع سنوات او سبع یعنی آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہؓ سے نکاح کیا اور ان کی عمر اس وقت نو یا سات سال کی تھی ، اور یہ کہا جائے گا کہ اس اختلاف کی کوئی ایسی توجیہ

[1] سید سلیمان صاحب نے جہاں معارف میں میرے اس مضمون پر تنقید فرمائی ہے ، وہاں میرے الفاظ کو نقل کر کے آخر پر استہزاءً یہ فقرہ چسپاں کیا ہے : ع غلطی ہائے مضامیں مت پوچھ ، غلطی کا تو مجھے انکار نہیں ، لیکن جناب سید صاحب نے اس موقع پر جو استہزا کیا ہے گو میری غلطیاں ہی لائق ہوں مگر ان کی فضیلت کے شایاں یہ نہ تھا ، وہ کہہ سکتے تھے کہ اس مضمون میں ایک نہیں دو غلطیاں ہیں ، اگر میں نے غلطی سے ہجرت سے ایک سال پہلے نکاح ہونا لکھا یا تو کیا بخاری میں دونوں قول موجود نہیں ، اور گو اب (معارف جولائی صلا) سید صاحب نے بخاری کے الفاظ ثلث سنتین او قریبا من ذالك وتکح عائشة کی اور توجیہ کی ہے ، مگر سیرت عائشہ میں وہ خود اختلاف کو تسلیم کر چکے ہیں ،

"اس اختلاف کے موقع پر خود حضرت عائشہؓ کا قول زیادہ معتبر ہو سکتا تھا ، لیکن لطف یہ ہے کہ بخاری اور مسند میں خود ان سے دو روایتیں ہیں ، ایک میں ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے تین برس بعد نکاح ہوا" اور دوسری میں ہے کہ اسی سال کا یہ واقعہ ہے ؛

(سیرت عائشہ صلا)

کرنی چاہیے جو ان روایات کو کثرتِ روایات کے مطابق کردے، مگر مشکل یہ ہے کہ کثرتِ روایات میں جو عمر بتائی گئی ہے وہ بردے حساب درست نہیں آتی، اور درایتاً ان روایات کی طرف توجہ نہیں کی گئی جیسا کہ میں نے کہا کثرتِ روایات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت عائشہؓ کی عمر نکاح کے وقت چھ یا سات سال اور رخصتانہ کے وقت نو سال تھی، اب اگر نکاح اور رخصتانہ کی تاریخوں کو دیکھا جائے تو ان روایات کی صحت میں گو وہ بخاری، مسلم یا مسند احمد میں ہوں سخت شبہات پیدا ہوتے ہیں،

تاریخِ نکاح کی روایات

حضرت عائشہؓ کے نکاح کی تاریخ پر روایات میں اختلاف تو ضرور ہے، لیکن اس میں کچھ بھی شبہ نہیں کہ مستند یہی ہے کہ نکاح سنہ ۱۰ نبوی میں حضرت خدیجہؓ کی وفات کے تھوڑے دن بعد ہی ہو گیا، اور اس کے معاً بعد ہی حضرت سودہؓ سے نکاح ہوا، یعنی حضرت عائشہؓ سے آنحضرتؐ کا نکاح پہلے ہوا، اور حضرت سودہؓ سے اس کے بعد ہوا، اور چونکہ حضرت سودہؓ سے نکاح سنہ ۱۰ نبوی میں یعنی ہجرت سے تین سال پیشتر ہوا ایک مسلم امر ہے، جیسا سید سلیمان صاحب نے بھی سیرت عائشہ کے صفحہ ۱۹ پر لکھا ہے، تو یہی حضرت عائشہؓ کے نکاح کے سنہ ۱۰ نبوی میں ہونے پر ایک فیصلہ کن امر ہے، حضرت عائشہؓ کے نکاح کی تاریخ کے متعلق جو اختلاف روایات میں ہے وہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کی تاریخ میں اختلاف سے پیدا ہوا معلوم ہوتا ہے، یعنی بعض مورخین نے حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہجرت سے پانچ اور بعض نے ہجرت سے چار سال پیشتر مانا ہے، ان کے نزدیک حضرت عائشہؓ کے نکاح اور حضرت خدیجہؓ کی وفات میں ایک یا دو سال کا فرق ہو گا، مگر صحیح یہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات سنہ ۱۰ نبوی میں ہوئی، تو اسی فرق کی بنا پر یہ خیال کر لیا گیا کہ حضرت عائشہؓ کا نکاح ہجرت سے ایک یا دو سال پیشتر ہوا، بہر حال روایات میں اختلاف ہے، اور خود بخاری کی روایات دونوں طرح کی ہیں، یعنی بعض میں حضرت عائشہؓ کا نکاح ہجرت سے تین سال اور بعض میں ایک سال پیشتر مانا گیا ہے، تو ظاہر ہے کہ دونوں روایات میں سے ایک قسم کی روایات یقیناً غلط ہیں خواہ وہ بخاری میں ہوں یا مسلم میں، اس لیے تنقیدی امور میں جذبات کو برانگیختہ کرنا کہ کیا ہم بخاری یا مسلم کو غلط مانیں صحیح نہیں،

اس میں شک نہیں کہ بخاری بڑے اعلیٰ پایہ کی اور حدیث کی سب سے زیادہ مستند کتاب ہے، لیکن وہ کتاب اللہ نہیں، اس لیے غلطیاں اس میں بھی ہیں، حضرت عائشہؓ کے نکاح کی تاریخ کے بارے میں جو اختلاف ہے اس میں جمہور محققین نے یہی صحیح مانا ہے کہ سنہ ۱۰ نبوی نکاح کی تاریخ ہے، جیسا کہ خود سید سلیمان صاحب نے بھی مانا ہے،

"جمہور محققین کا فیصلہ یہ ہے اور روایت کا کثیر اور مستند حصہ اسی کا موید ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے نبوت کے دسویں سال ہجرت سے تقریباً تین برس پہلے رمضان میں انتقال کیا، اور اسی کے ایک مہینہ کے بعد شوال میں حضرت عائشہؓ سے نکاح ہوا" (سیرت عائشہ ص ۱۹)

تاریخِ رخصتانہ

اب دوسرا سوال یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کب آئیں، سو اس میں بھی اختلاف تو ضرور ہے یعنی بعض روایات میں ہجرت سے آٹھ ماہ بعد کا واقعہ اسے قرار دیا ہے اور بعض میں اٹھارہ ماہ بعد، سید سلیمان صاحب نے سیرت عائشہ میں علامہ عینی کے قول کو کہ حضرت عائشہؓ کی رخصتی جنگِ بدر کے بعد ہوئی یعنی سنہ ۲ھ میں رد کرتے ہوئے شوال سنہ ۱ھ کو صحیح قرار دیا ہے (ص ۲۲) اور حاجی معین الدین صاحب ندوی نے خلفائے راشدین میں ہجرت کے بعد دو سال کو صحیح قرار دیا ہے، (خلفائے راشدین ص ۷۵) سید سلیمان صاحب نے سنہ ۲ھ میں رخصتانہ کے قول کو صرف اس لیے رد کیا ہے کہ "اس بیان کے موافق حضرت عائشہؓ کا دسواں سال ہو گا"، غالباً ان کی توجہ اس طرف نہیں گئی کہ اگر ہجرت کا پہلا سال بھی رخصتانہ کا مانا جائے تو حضرت عائشہؓ کی عمر کا ان روایات کے مطابق بھی یہ دسواں سال نہیں گیارہواں سال تھا، شوال سنہ ۱۰ نبوی میں نکاح ہوا، اور اس وقت عمر چھ یا سات سال کی بتائی جاتی ہے، اس حساب سے شوال سنہ ۱۳ نبوی میں یعنی ہجرت سے چھ یا سات ماہ پیشتر حضرت عائشہؓ کی عمر نو یا دس سال ہو چکی تھی، اور شوال سنہ ۱ھ کو بھی تاریخِ رخصتانہ اگر مانا جائے تو حضرت عائشہؓ اس وقت ان روایات کے مطابق بھی پورے دس سال کی ہو کر گیارہویں سال میں داخل ہو چکی تھیں یا گیارہ سال کی ہو کر بارہویں سال میں داخل ہو چکی تھیں اور نو سال کی عمر کسی صورت میں بھی صحیح نہیں ٹھہرتی، لیکن درست وہی ہے، جو عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے،

کہ حضرت عائشہؓ کا رخصتانہ جنگ بدر کے بعد ۲ھ میں ہوا، اسی کے موافق علامہ عبدالبر نے بھی استیعاب میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہؓ کا رخصتانہ نبوت سے اٹھارہ ماہ بعد ہوا، تو اس حساب سے حضرت عائشہؓ رخصتانہ کے وقت ان روایات کی بنا پر بھی گیارہ سال کی ہو کر بارہویں سال میں یا بارہ کی ہو کر تیرہویں میں داخل ہو چکی تھیں، بہرحال اس میں کوئی بھی شبہ نہیں کہ اگر روایات درست ہیں تو حضرت عائشہؓ کو اپنی عمر بیان کرنے میں کچھ غلطی لگی ہے، کیونکہ ان کے نکاح اور رخصتانہ میں پورے پانچ سال کا فرق تھا، اور چار سال سے کم تو کسی صورت میں نہ تھا، اس لیے اگر ان کی عمر بوقتِ نکاح چھ یا سات سال کی مانی جائے جیسا کہ اکثر روایات میں ہے تو بوقت رخصتانہ نو سال کی عمر ہونا ناممکنات سے ہے،

دوسری روایات سے عمر کا قیاس

اس کے علاوہ بعض دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی عمر بوقتِ نکاح یعنی ۱۰ سنہ نبوی میں اس قدر کم نہ تھی یعنی چھ یا سات سال جیسے ان روایات سے معلوم ہوتا ہے، اور یہی وہ روایات ہیں جن کی وجہ سے مجھے پہلے پہلے یہ شبہ پیدا ہوا کہ ان روایات میں جنھیں نکاح کے وقت چھ یا سات سال عمر بتائی گئی ہے، کچھ نقص ضرور ہے، یہ روایات بھی صحیح بخاری کی ہیں، ایک روایت کتاب التفسیر میں سورۂ قمر کی تفسیر میں ہے جس کی راوی خود حضرت عائشہؓ ہیں، قالت لقد انزل علی محمد صلعم بمکة وانی لجاریة العب بل الساعة موعدهم والساعة ادهی وامر یعنی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلعم پر مکہ میں یہ آیت نازل ہوئی اور میں اس وقت لڑکی تھی، بل الساعة موعدهم اب یہ آیت سورۂ قمر میں ہے اور سورۂ قمر کا نزول ابتدائی کی زمانہ کا ہے، کیونکہ اس میں معجزۂ شق القمر کا ذکر ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ معجزہ ابتدائی زمانہ کا ہے، کیونکہ بعد میں کفار کی مخالفت آنحضرت صلعم سے اس قدر سخت ہو گئی تھی کہ انھوں نے آپ کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا تھا، اور یہ ۷ سنہ نبوی کا واقعہ ہے، اور دوسرے سورۂ نجم اور سورۂ قمر کا باہم بہت تعلق ہے جیسا کہ مفسرین نے تسلیم کیا ہے، اس لیے ان کا نزول بھی ایک ہی ملتا ہونا چاہیے اور سورۂ نجم کا ۵ سنہ نبوی میں نازل ہونا یقینی امر ہے، پس اسی وقت کے قریب قریب سورۂ قمر بھی نازل ہوئی، اور جن لوگوں نے آیات سیهزم الجمع کا مدینہ میں نازل ہونا مانا ہے انھیں یہ غلطی اس لیے لگی ہے کہ یہ آیات آنحضرت صلعم نے جنگ بدر کے موقع پر تلاوت فرمائی تھیں، یہ جانے

کہ قرآن میں وہ پیشینگوئی ہے جو بدر کے دن پوری ہوئی، تو بعض لوگوں نے غلطی سے ان کا نزول مدینہ میں سمجھ لیا، پس ۵ سنہ نبوی یا ۶ سنہ نبوی ان آیات کا نزول ہے اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں اس وقت لڑکی تھی اور کھیلا کرتی تھی، اور پھر ان آیات کو سن کر سمجھ کر یاد بھی رکھتی تھی، تو یہ پانچ چھ سال سے کم عمر کا زمانہ نہیں ہو سکتا، اس سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی عمر ۱۰ سنہ نبوی میں بوقتِ نکاح چھ یا سات سال ہونا قرینِ قیاس نہیں، اور اگر یہ روایت صحیح ہے تو اپنی عمر کے بیان کرنے میں انھیں غلطی لگی ہے،

حضرت عائشہؓ کی ایک اور روایت

اسی کی تائید بخاری کی ایک اور روایت سے ہوتی ہے جو باب ہجرۃ النبی صلعم میں آتی ہے، اور یہ روایت بھی حضرت عائشہؓ کی ہے، قالت لم اعقل ابوی قط الا وهما یدینان الدین ولم یمر علینا یوم الا یاتینا فیه رسول اللہ صلعم طرفی النهار بکرة وعشیة فلما ابتلی المسلمون خرج ابوبکر مهاجرا نحو ارض الحبشة، یعنی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا اپنے ماں باپ کو دینِ اسلام پر پایا، اور کوئی دن نہیں گذرتا تھا مگر رسول اللہ صلعم صبح اور شام ہمارے ہاں آتے تھے، پھر جب مسلمانوں پر مصائب آئے، تو ابوبکر سرزمینِ حبش کی طرف نکلے، اب حضرت ابوبکرؓ تو پہلے مسلمان ہیں اور حضرت عائشہؓ کی والدہ ام رومان بھی ابتدائی مسلمانوں میں سے ہیں جن کا اسلام ۱ سنہ نبوی یا اس سے پیشتر کا ہے، کیونکہ وہ مشہور آدمیوں کے بعد اسلام لائیں، اور ۵ سنہ نبوی تک چالیس مسلمان ہو چکے تھے، اور اس کے ساتھ جو حضرت عائشہؓ نے واقعہ بیان کیا ہے، یعنی حضرت ابوبکرؓ کا ہجرت کر کے حبش کی طرف نکلنا یہ ۵ سنہ نبوی کا واقعہ ہونا چاہیے، اور اس سے پیشتر رسول اللہ صلعم کا حضرت ابوبکرؓ کے ہاں صبح اور شام جانا حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں، اور اس سے وہ اپنے ہوش کا زمانہ بتاتی ہیں، اور ظاہر ہے کہ ہوش کا زمانہ پانچ چھ سال سے کم عمر کا نہیں ہو سکتا، حالانکہ ان روایات کے مطابق جنھیں حضرت عائشہؓ نے اپنی عمر بیان کی ہو ۵ سنہ نبوی ان کی پیدائش کا زمانہ ہے،

عمر کے متعلق حضرت عائشہؓ کا خیال،

تو ان روایات کے مطابق ۴ سنہ یا ۵ سنہ نبوی حضرت عائشہؓ کے ہوش کا زمانہ نہیں کہلا سکتا، اور ۵ سنہ نبوی سے

آنحضرت صلعم شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے تھے اس وقت آپ کی آمد و رفت حضرت ابوبکرؓ کے گھر نہ ہو سکتی تھی، اور جب شعب سے نکلے تو حضرت خدیجہؓ جلد ہی وفات پا گئیں، اور حضرت عائشہؓ سے آنحضرت صلعم کا نکاح ہو گیا، پس حضرت عائشہؓ کا یہ بیان جس میں بعض واقعات کا ذکر ہے جن کی تصدیق دوسری طرح بھی ہو سکتی ہے، یقیناً اس کے خلاف ہے جس میں انھوں نے اپنی عمر بیان کی ہے، اس لیے اس بیان کو ترجیح دیجائے گی جس کی تصدیق دوسرے واقعات سے ہوتی ہے، اور یہ کہنا پڑے گا کہ حضرت عائشہؓ کو اپنی عمر کے متعلق کچھ غلط فہمی تھی، اور قرین قیاس یہ ہے کہ ان کی عمر نکاح کے وقت گیارہ سال سے اور رخصتانہ کے وقت سولہ سال سے کم نہ تھی، ایک اور امر قابل ذکر ہے کہ حضرت عائشہؓ کے آنحضرت صلعم سے نکاح کے متعلق دریافت کیا گیا تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ وہ ایک جگہ پہلے کہہ چکے ہیں ان سے دریافت کرکے جواب دیں گے اب ظاہر ہے کہ عرب میں چار چار پانچ پانچ سال کی لڑکیوں کی نسبت یا نکاح کا رواج نہ تھا اور حضرت عائشہؓ کی نسبت کا پہلے ہو چکنا بتاتا ہے کہ ان کی عمر اس وقت ایسی تھی کہ جب لڑکیوں کی نسبت یا نکاح کا عام طور پر خیال ہوتا ہے، یہ بھی ایک شہادت اس امر پر ہے کہ بوقت نکاح حضرت عائشہؓ کی عمر چھ سال سے زیادہ تھی،

صاحب مشکوٰۃ کا قول،

یہ سچ ہے کہ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ صاحب مشکوٰۃ کے اس قول کی کہ حضرت عائشہؓ اسماءؓ سے صرف دس سال چھوٹی تھیں کیا بنا ہے لیکن یہ کہنا پڑیگا کہ ان کے قول کی بنا کسی روایت پر ہی ہوگی جیسا کہ انھوں نے خود بھی آئینؔ کے لفظ سے بیان کیا ہے، اس پایہ کا آدمی اپنی طرف سے کوئی بات کہکر "قیل" کیساتھ بیان نہیں کر سکتا، بعض کو کسی روایت ملی ہوگی جس کی بنا پر انھوں نے یہ لکھا ممکن ہے کہ ایسی کوئی روایت تلاش سے مل بھی جائے، میں نے اسی کو قابل اعتنا سمجھا کہ ایک طرف تو حضرت عائشہؓ کی عمر نکاح کے وقت چھ یا سات سال اور رخصتانہ کے وقت نو سال بتائی ہیں یعنی کچھ گڑبڑ ہے دوسرے بخاری کی بعض احادیث بتاتی ہیں کہ بعثت کے پانچویں چھٹے سال میں وہ ہوش سنبھالے ہوئی تھیں جب رسول اللہ صلعم حضرت ابوبکرؓ کے گھر آتے جاتے تھے، اور اسی وقت انھوں نے سورۂ قمر کی آیت بل الساعة موعدهم کا نزول بھی یاد رکھا، اس نکاح کے وقت ان کی عمر چھ یا سات سال ہونا کسی صورت میں صحیح نہیں بلکہ غالب گیارہ بارہ سال کی عمر ہوگی ممکن ہے مزید تحقیقات سے کچھ اور روشنی اس امر پر پڑ سکے، سر دست اس اصرار کی وجہ سے جو بعض اطراف سے ہو رہا تھا میں نے اپنے خیالات کا اظہار کر دیا ہے،

(محمد علی)

(۲۲ر نومبر ۲۸ء)

حضرت عائشہؓ کی عمر،

مولانا محمد علی صاحب کے شبہات کا جواب،

ناظرین! اوپر کا مضمون آپ ملاحظہ فرما چکے، اب اس ضمن میں میری گذارشوں پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے، جو گو کسی قدر طویل ہیں تاہم فوائد سے خالی نہیں، سب سے پہلے میں اپنے شذرات (معارف) میں غالب کے اس ایک مصرع کے لکھنے پر معافی چاہتا ہوں جس کو مولوی صاحب نے طنز و استہزا سمجھا ہے حالانکہ اس کا درجہ صرف شوخی تحریر تک ہے، مگر بہر حال میں اس ایک مصرع کی بھی معافی چاہتا ہوں کہ اس تحریر و مراسلہ سے مقصود واقعہ کی تحقیق ہے، نہ کہ کسی فریق کی دلآزاری اور استہزاء،

اس کے بعد میں مولوی صاحب کی انصاف پسندی اور جرأت کی داد دیتا ہوں، کہ انھوں نے نہایت صفائی کے ساتھ اپنے سابق [خیال کا] اعتراف کیا، اور صاف لکھا کہ ان کے پاس بوقت نکاح حضرت عائشہؓ کے سولہ سال، اور بوقت رخصتی سترہ سال کی عمر ہونے پر تاریخ و حدیث کی کوئی سند موجود نہیں ہے، اور یہ تسلیم کر لیا کہ حضرت عائشہؓ کا نکاح شوال سنہ ۱۰ نبوی میں، اور رخصتی شوال سنہ ۱ھ میں ہوئی، اور بہت کھینچ تان کرنے کے بعد بھی یہی تسلیم کیا کہ نکاح کے وقت (سنہ ۱۰ نبوی میں) چھ برس کی تھیں یا سات برس کی، اور رخصتی کے وقت ان کی عمر نو برس کے بجائے جیسا کہ حضرت عائشہؓ کا بار بار بیان ہے ۱۲ یا ۱۳ برس تھی، اور نکاح اور رخصتی میں تین برس کا نہیں جیسا کہ حضرت عائشہؓ بتاتی ہیں، بلکہ

"ان کے نکاح اور رخصتانہ میں پورے پانچ برس کا فرق تھا، اور چار سال سے کم تو کسی صورت میں نہ تھا اسلیے اگر ان کی عمر بوقت نکاح چھ یا سات سال مانی جائے جیسا کہ اکثر روایات میں ہے تو بوقت رخصتانہ نو سال کی عمر ہونا ناممکنات سے ہے"

اس سلسلہ میں چند امور کی طرف اشارہ کرنا ہے، جس سے یہ ناممکن، ممکن ہو سکتا ہے،

۱۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ آغازِ اسلام میں بلکہ عہدِ نبوت اور عہدِ صدیقی میں سنہ کا رواج نہ تھا، سنہ کی تدوین عہدِ فاروقیؓ

میں ہوئی ہے، پہلے یہ طریقہ تھا کہ ہجرت سے اتنے مہینہ پیشتر یا اتنے مہینے بعد یہ واقعہ ہوا، بعد کو لوگوں نے ان مہینوں کو سال بنا بنا کر سنہ کے حساب

۲۔ یہ جو مشہور ہو کہ آنحضرت صلعم نبوت کے بعد تیرہ برس مکہ میں رہے، اور یہ پورے تیرہ برس نہیں ہیں بلکہ کسر کے ساتھ ہیں یعنی چند مہینوں کی

۳۔ سنہ نبوی کو سنہ ہجری کے ساتھ جوڑنے میں ایک غلطی کثیر الوقوع ہے، وہ یہ ہو کہ لوگ سنہ ہجری کے خصوصیات سنہ نبوی پر

کرتے ہیں، مثلاً یہ کہ سنہ ہجری محرم سے شروع ہو کر ذی الحجہ پر تمام ہوتا ہے، مگر سنہ نبوی کا یہ حال نہیں ہے، وہ مبہم طریقہ سے کسی مہینہ سے

ہو کر ذی الحجہ پر تمام ہوتا ہے، اور آخر میں محرم سے شروع ہو کر ربیع الاول پر تمام ہوتا ہے،

۴۔ قرآن پاک کے اشارات، اور ابن اسحاق کی روایت کی بنا پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ سنہ نبوی رمضان سے شروع ہو

گویا چار مہینے کے بعد ہی ذی الحجہ سب چار مہینوں پر تمام ہوا، اور آخری سال یعنی ۱۴ سنہ نبوی محرم اور صفر صرف دو مہینوں پر تمام ہوا

بنا پر سنہ نبوی درحقیقت بارہ برس اور چھ مہینوں پر مشتمل ہے جسکو تجوزاً عام میں ۱۳ برس کہدیتے ہیں، جیسا کہ صحیح بخاری میں ابن عباسؓ کی

۵۔ ہجرت کا آغاز ربیع الاول سے ہوا، مگر سنہ کی تدوین کے وقت دو مہینے آگے بڑھا کر محرم ۱۴ سنہ نبوی سے محرم

ہجری کا آغاز ہوا، اس سے معلوم ہوا کہ سال کے حساب میں، اگر تدقیق اور غور سے کام نہ لیا جائے تو دو مہینے مکرر پڑ جاتے ہیں، اگر

۱۴ سنہ نبوی نہیں ہوتے کیونکہ ۱۴ سنہ کے صرف دو مہینے ہیں، اور وہ ۱ سنہ ہجری میں داخل کر لیے گئے،

۶۔ اب سنہ نبوی کا حال یہ ہے، کہ اس کا پہلا سال چار مہینہ کا، اسکے بعد ۱۲ سال بارہ مہینوں پر مشتمل، اور آخری سال دو مہینوں

۷۔ حضرت عائشہؓ کے واقعات کو سنین سے تطبیق دینے میں مولانا محمد علی صاحب نے یہ سمجھا ہو کہ سنین اصل ہیں، اور ان کی عمر

ان سنین پر متفرع ہے، حالانکہ یہ صریح مغالطہ ہے، اصل ان کی عمر کا شمار ہے اور وہ بھی انہیں کے بتائے ہوئے سنین پر، اور اس شمار پر لوگ

نے سنہ کو تطبیق دیا ہے، اور ان روایات کے بموجب حضرت عائشہؓ کی عمر نکاح کے وقت چھ برس کی اور رخصتی کے وقت نو برس کی تھی

اور بیوگی کے وقت اٹھارہ برس کی، اب سنہ ہجری کی تطبیق سے اس کا جو سنہ بھی لگائے، بعضوں نے پورے پورے ۱۲ مہینے کے سال

لیے تو سنہ گھٹ گئے اور بعضوں نے نبوت کا پہلا سال چار مہینوں والا، آخری سال دو مہینوں والا، اور ہجرت کا پہلا سال بھی

والا لیا تو سنہ بڑھ گئے، اسی بنا پر بعض راوی کہتے ہیں کہ فلاں واقعہ سنہ میں ہوا، دوسرا کہتا ہے، سنہ میں ہوا، اس لیے خوب سمجھ

لینا چاہیے کہ سنہ کا حساب اصل نہیں ہے، بلکہ عمر کا حساب اصل ہے، اور اس سے حساب لگا کر راویوں نے سنہ بنایا ہے، اس لیے آپ سنہ

کے حساب میں ترمیم کر سکتے ہیں مگر حضرت عائشہؓ کی عمر کے حساب میں ترمیم نہیں کر سکتے،

نکاح کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر

مولانا محمد علی لکھتے ہیں: ۔ روایات کے بڑے حصہ کا اس بات پر اتفاق نظر آتا ہو کہ حضرت عائشہؓ کی عمر نکاح کے وقت چھ یا سات سال کی تھی

اس کے بعد آپ چھ یا سات سال برابر لکھتے گئے ہیں حالانکہ صرف ایک مشکوک الحافظہ راوی نے اس وقت آپ کی عمر کا نو برس

یا سات برس ہونا ظاہر کیا ہے، اور کہیں بھی سات برس نہیں ہے، اس بنا پر یہ کہنا صحیح نہیں ہو کہ روایات کے بڑے حصہ کا اس بات

پر اتفاق نظر آتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی عمر نکاح کے وقت چھ یا سات سال کی تھی، بلکہ یہ کہنا صحیح ہو کہ ایک دو روایتوں کے علاوہ تمام

روایتیں اس پر متفق ہیں، کہ چھ برس کے سن میں نکاح اور نو برس کے سن میں رخصتی، اور ۱۸ برس کے سن میں بیوگی ہوئی،

مولانا نے ابن سعد کی یہ روایت نقل کی ہو کہ تزوجہا رسول اللہ صلعم وھی بنت تسع سنین (جلد ۸) آنحضرت صلعم نے حضرت

عائشہؓ سے نکاح کیا تو وہ نو برس کی تھیں، لیکن اس کے بعد ہی کا فقرہ کیوں چھوڑ دیا، کہ وماتٔ عنہا وھی بنت ثمانی عشرۃ

سنۃ یعنی، اور آپ نے وفات پائی تو وہ اٹھارہ برس کی تھیں، حالانکہ اسی بعد کے فقرہ سے ظاہر ہوتا ہو کہ راوی سے رخصتی کی

جگہ نکاح کا لفظ کہنے میں صریحی غلطی ہوئی ہے، اسی طرح سات برس کے سن میں نکاح ہونے کی جو روایت ہشام بن عروہ

سے ہے، وہ صفحہ ۴۰ پر ناتمام ہے، مگر ۴۱ پر تمام ہے، اور وہ یہ ہے کہ چھ یا سات میں نکاح ہوا، اور نو میں رخصتی ہوئی، مگر مولانا

نے اس کامل روایت کے پورے فقرہ کا حوالہ نہیں دیا، تاکہ نو برس کی رخصتی کا واقعہ اس سے ثابت نہ ہو، جن ہشام بن عروہ سے

نقل کرنے میں ابن سعد کے اس راوی کو اس بارہ میں وہم ہو رہا ہے، کہ حضرت عائشہؓ چھ برس کی تھیں یا سات کی، انہیں کے

صحیح و مستند راویوں کے بیان ہیں جن کی ابن سعد اور بخاری و مسلم میں روایتیں ہیں، مطلق وہم و تزلزل اس باب میں نہیں ہے

کہ وہ نکاح کے وقت چھ برس کی اور رخصتی کے وقت نو برس کی تھیں،

بہرحال نکاح کے وقت نو برس کا سن ہونا صرف ایک ضعیف الحافظہ راوی کے بیان کے علاوہ جو یہ کہتا ہے کہ نو

برس یا ساتویں برس نکاح ہوا" اور کسی نے نو برس کا ہونا نہیں ظاہر کیا، اور جب دوسرے نے یعنی اسود نے نو برس میں نکاح

ہو نا بیان کیا ہو، ثابت ہو چکا ہو کہ اس سے انکی مراد رخصتی ہو کیونکہ وہ کہتا ہو کہ نو برس نکاح ہوا، اور اٹھارہ برس کی تھیں جب آنحضرت

وفات پائی" اور ظاہر ہو کہ اگر نو برس نکاح ہوتا، اور تین برس کے بعد رخصتی ہوتی" اور اس کے بعد نو برس وہ آنحضرت صلعم کے ساتھ رہیں تو

نبوی کے وقت وہ اٹھارہ کے بجائے اکیس برس کی ہوتیں،، اور یہ اس راوی کے بیان کے خلاف ہی،

اب جس راوی (ہشام بن عروہ) کا ایک دو جگہ سات برس کے سن میں نکاح ہونا ابن سعد میں ہو، اسی سے متعدد صحیح ترین روا

میں تصریح بلا شک و شبہہ چھ برس کے سن میں نکاح اور نو برس کے سن میں رخصتی مروی ہے، بخاری و مسلم کا ہر گز لحاظ نہ کیجئے مگر صحیح

کثیر روایتوں کا تو لحاظ کیجئے جن کی بنا پر یہ بالکل قطعی ہے کہ چھ برس کے سن میں نکاح ہوا، اور نو برس کے سن میں رخصتی ہوئی جو کو

نکاح کی عمر سات برس بھی بتاتا ہو وہ رخصتی کی عمر نو ہی برس کہتا ہی، اور سات کو ملا کر نکاح اور رخصتی میں وہی تین برس کا فصل نکالتا

اب آئیے دوسرے محققین کی طرح انکو نبوی، اور ہجری سنین سے تطبیق دے دیں، آپ نے تسلیم کر لیا ہے کہ سنہ نبوی میں

ہوا، مہینہ کی بھی تصریح کر دیجئے تاکہ سنہ کے بتانے میں آسانی ہو، وہ بالاتفاق شوال کا مہینہ تھا، نکاح بھی شوال میں ہوا اور رخصتی

چند سال کے بعد شوال ہی میں ہوئی،، اور دونوں باتوں کے درمیان فصل بھی بالاتفاق تین برس ہوا، اب جن محققوں نے مثلاً علامہ

اور ابن عبد البر نے رخصتی کا وقت شوال سنہ ۲ھ لیا ہے، انھوں نے نکاح کا زمانہ سنہ نہیں بلکہ سنہ ۱۱ھ لیا ہے، اور جنھوں نے شوال سنہ

کا زمانہ لیا ہے انھوں نے نکاح کا زمانہ شوال سنہ نبوی بتایا ہے،، اور اگر کسی ایک دو نے غلطی سے ایسا کیا ہو کہ تاریخ نکاح سنہ نبوی اور

رخصتی سنہ ہجری قرار دیا ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ انھوں نے نبوت کا پہلا سال پورا کر کے آخری سال، ۲ صفر سنہ نبوی کے بجائے

سنہ نبوی کو تمام کیا ہے، اور انکی دلیل یہ ہے کہ شوال سنہ نبوی کا زمانۂ نکاح مانکر شوال سنہ ہجری کے زمانۂ رخصتی کو شوال سنہ نبوی

تین برس بعد ہی قرار دیتے ہیں، آپ کی طرح پانچ پانچ برس نہیں قرار دیتے جو ناممکن ہے،

آپ سال بڑھانیکی غرض سے یہ کرتے ہیں کہ نکاح کا سال تو دوسرے فریق کے حساب سے لیتے ہیں یعنی سنہ نبوی،، اور رخصتی کا

پہلے فریق کے حساب سے لیتے ہیں یعنی سنہ ۲ھ اور یہ صریح غلطی ہے،، ان دونوں میں سے کوئی فریق بھی ان دو واقعوں کے درمیان

برس سے زیادہ کا فصل نہیں مانتا، اس بارہ میں انھیں دو بزرگوں کے اقوال اور تحقیقات پیش کرتا ہوں جنکو آپ نے مستند قرار دیا ہے

یعنی علامہ بدر الدین عینی، اور حافظ ابن عبد البر جنھوں نے شوال سنہ ۲ ہجری کا زمانہ رخصتی کے لیے اختیار کیا ہے،

علامہ عینی کا بیان

چنانچہ علامہ عینی جو یہ مانتے ہیں کہ شوال سنہ ۲ھ میں رخصتی ہوئی، انھوں نے شوال سنہ ہجری، اس لیے تسلیم کیا کہ ان کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ نکاح سنہ نبوی میں نہیں بلکہ سنہ نبوی میں ہوا اس لیے تین برس کے فصل کے ساتھ انھوں نے شوال سنہ ۲ھ تسلیم کیا، یہ نہیں کیا ہے کہ نکاح سنہ نبوی میں، اور رخصتی سنہ ۲ھ میں تسلیم کیا ہو، جیسا کہ سالوں کے بڑھانے کے لیے آپ کر رہے ہیں، اس کے ساتھ اصل بحث یعنی حضرت عائشہؓ کی عمر کے متعلق بھی ان کا بیان ملحوظ رکھیے،

تزوجها رسول الله صلعم بمكة قبل الهجرة بسنتين وقيل بثلاث وقيل بسنة ونصف او نحو ها في شوال وهي بنت ست سنين وقيل سبع وبنى بها في شوال ايضا بعد وقعة بدر في السنة الثانية من الهجرة اقامت في صحبته ثمانية اعوام وخمسة اشهر وتوفي عنها وهي بنت ثماني عشرة وعاشت خمسا وستين سنة، (عمدۃ القاری جلد اول صفحہ ۵۱)

آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہؓ سے مکہ میں ہجرت سے دو سال پہلے اور کہا گیا کہ تین سال پہلے، اور کہا گیا کہ ڈیڑھ سال پہلے یا اس کے قریب شوال میں نکاح کیا، جب وہ چھ برس کی تھیں، اور کہا گیا کہ سات برس کی تھیں اور ان کی رخصتی کرائی شوال میں واقعہ بدر کے بعد سنہ ہجری میں، اور وہ آپ کی صحبت میں آٹھ برس اور پانچ مہینے رہیں، جب آپ نے وفات پائی تو وہ اٹھارہ برس کی تھیں، اور پینسٹھ ۶۵ برس کی عمر پائی،

دیکھئے علامہ عینی نے ہجرت سے دو سال پہلے، یعنی شوال سنہ ۱۱ھ کا نکاح تسلیم کیا ہے،، اور باقی اقوال کو ضعیف قرار دیا ہے، جن لوگوں نے ہجرت سے تین سال قبل نکاح تسلیم کیا ہو وہ شوال سنہ ہجری میں رخصتی تسلیم کرتے ہیں، جو لوگ ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے کہتے ہیں وہ اس لیے کہ شوال سنہ ۲ھ میں ان کے نزدیک تین سال پورے ہو جاتے ہیں، الغرض یہ تمام سنین اسی تفصیل میں ہیں کہ نکاح اور رخصتی میں تین سال کا فصل قائم رہے، سنین کے تطابق کے جھگڑے کو چھوڑ کر اصل بحث یہ ہے کہ وہ نکاح کے وقت چھ برس کی، رخصتی کے وقت نو برس کی اور بیوگی کے وقت اٹھارہ برس کی تھیں، علامہ عینی کو کوئی اختلاف نہیں ہے، وذالك هو المراد

علامہ ابن عبد البر

دوسرا حوالہ آپ نے علامہ ابن عبد البر کا دیا ہے، بیشک انھوں نے استیعاب جلد دوم صفحہ ۷۰ (حیدر آباد) میں زبیر بن بکار کے حوالہ سے منجملہ دوسری روایتوں کے ایک روایت یہ لکھی ہے کہ شوال سنہ نبوی میں ہجرت سے تین سال پہلے نکاح ہوا اور مدینہ میں ہجرت سے اٹھارہ مہینے بعد شوال میں رخصتی ہوئی،

مگر یہ خود علامہ ابن عبد البر کی تحقیق نہیں ہے، بلکہ ان کی کتاب کی مجہول روایتوں کے ایک روایت یہ بھی ہے جو ابن شہاب زہری پر موقوف ہے، اور بھی ایسی نقائص ہیں، ان کی اصل تحقیق وہ ہے جس کو انھوں نے شروع میں اپنی طرف سے لکھا ہے،

وتزوجہا رسول اللہ صلعم بمکۃ قبل الہجرۃ بسنتین	آنحضرت صلعم نے ان سے مکہ میں ہجرت سے دو برس پہلے نکاح کیا،
ھذا قول ابی عبیدۃ وقال غیرہ بثلاث	یہ ابو عبیدہ کا قول ہے، اور دوسرے نے کہا کہ تین برس پہلے نکاح کیا،
سنین وھی بنت ست وقیل بنت سبع	اور وہ اس نکاح کے وقت چھ برس کی تھیں، اور کہا گیا ہے کہ سات برس کی تھیں،

اور سب آخر ان کا وہ بیان ہے جس کو وہ اجماعی کہتے ہیں،

وابتنیٰ بہا بالمدینۃ وھی ابنۃ تسع لا اعلمہم	اور ان کی رخصتی مدینہ میں ہوئی، جب وہ نو برس کی تھیں، اور مجھے
اختلفوا فی ذالک،	علم نہیں کہ کسی نے بھی اس میں اختلاف کیا ہے،

یہی علامہ ابن عبد البر اسی کتاب کے حصہ اول صفحہ ۱۹ (حیدرآباد) میں لکھتے ہیں،

تزوجہا بمکۃ قبل سودۃ وقیل بعد سودۃ واجمعوا	ان سے نکاح مکہ میں ہوا، حضرت سودہؓ سے پہلے، اور کہا گیا ہے کہ حضرت
علی انہ لم یبن بہا الا بالمدینۃ قبل سنۃ ھجرۃ	سودہؓ کے بعد، اس پر اتفاق ہے کہ رخصتی مدینہ ہی میں ہوئی، کہا گیا ہے
وقیل سنۃ اثنتین من الہجرۃ فی شوال وھی	کہ جس سال ہجرت فرمائی اسی سال (یعنی سنہ ۱ھ) اور کہا گیا ہے کہ شوال سنہ ۲ھ میں
ابنۃ تسع سنین وکانت فی حین عقد علیہا بنت	اور اس وقت وہ نو برس کی تھیں، اور عقد کے وقت چھ برس کی تھیں،
ست سنین وقیل بنت سبع سنین،	اور کہا گیا ہے کہ سات برس کی تھیں،

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ سنہ اصل نہیں بلکہ عمر کا بیان اصل ہے اور اس سے سنین کی تعیین کیگئی ہے، اور چونکہ سنین میں مہینے چھوٹے اور بڑے ہیں اس لیے لوگوں میں سنین کی تعیین میں اختلاف ہے، لیکن نکاح کے وقت چھ برس اور رخصتی کے وقت نو برس ہونے میں اصلاً کسی محقق کو اختلاف نہیں ہے،

صاحب مشکوٰۃ کا قول افسوس ہے کہ مجیب نے آخر میں اس امر کو کہ کہا گیا ہے کہ حضرت عائشہؓ اپنی بہن اسماء سے دس برس چھوٹی تھیں، صاحب مشکوٰۃ کا قول بتایا ہے، حالانکہ مشکوٰۃ میں اس قسم کا کوئی قول نہیں ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مشکوٰۃ کے مؤلف کا

ایک دوسرا مختصر رسالہ اسماء الرجال میں ہے، اس میں نسخہ کی غلطی یا کاتب کی غلطی یا نقل کی غلطی سے ایسا قیل یعنی ضعیف روایت کے طور پر لکھا ہے، جس کی صحت کی تائید اسلام کے کسی ایک مجموعہ سے نہیں ہوتی چہ جائیکہ معتبر احادیث سے ہو، جیساکہ فریق نے کہا تھا، بہرحال ولی الدین خطیب تبریزی نے بحیثیت صاحب مشکوٰۃ نہیں، بلکہ بحیثیت صاحب الکمال فی اسماء الرجال ایسا ضعیف اور غیر مؤید قول قیل کرکے نقل کیا ہے، میں نے صاحب مشکوٰۃ کے لفظ سے اس لیے انکار کیا کہ عام لوگوں میں مشکوٰۃ شریف کو جو اہمیت حاصل ہے اس کی بنا پر ان کو شبہہ ہوگا کہ شاید یہ کہیں مشکوٰۃ میں مذکور ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، بہرحال اگر اب مشکوٰۃ اور الکمال کے مؤلف سے ہی آپ کو اس قدر حسن ظن ہے کہ

"اس پایہ کا آدمی اپنی طرف سے کوئی بات لگر قیل کے ساتھ اسے بیان نہیں کرسکتا"

تو اس پایہ کا آدمی یقیناً ایسا نہیں ہوسکتا کہ آپ کو جن دو حدیثوں سے حضرت عائشہؓ کے نکاح اور رخصتی کی عمر میں غلط ہوا وہ ان سے بے خبر ہو، با ایں ہمہ دیکھیے کہ وہ کیا کہتا ہے، اسی الکمال میں جسکو آپ اس پایہ کی کتاب سمجھتے ہیں، حضرت عائشہؓ کے حال میں ہے (یہ ملحوظ رہے کہ ان کے نزدیک قیام مکہ کا آخری زمانہ ۱۳ھ سنہ نبوی ہے، یہ ملحوظ رہے کہ ہجرت سے تین سال قبل سے مع شوال سنہ قبل ہجرت ہے جو مطابق سنہ نبوی ہے، اور سنہ قبل ہجرت مطابق سنہ نبوی ہے اور سنہ قبل ہجرت مطابق محرم سنہ تا صفر سنہ نبوی ہجرت)

خطبہا النبی صلعم وتزوجہا بمکۃ فی شوال سنۃ	آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہؓ سے نسبت کی اور بیاہ کیا، مکہ میں شوال
عشر من النبوۃ قبل الہجرۃ بثلث سنین وقیل غیر	سنہ نبوی میں، ہجرت سے تین سال پہلے اور اس کے سوا بھی کہا گیا ہے (یعنی
ذالک واعرس بہا بالمدینۃ فی شوال سنۃ	دو برس، ڈیڑھ برس پہلے) اور آپ نے ان کو رخصت کرایا مدینہ میں شوال
اثنتین علی راس ثمانی عشر شہرا ولہا تسع سنین	سنہ ۲ھ میں، ہجرت کے اٹھارہ مہینے کے بعد اور وہ اس وقت نو برس کی
وقیل دخل بہا بالمدینۃ بعد سبعۃ اشہر من مقدمہ	تھیں، اور کہا گیا ہے کہ آپ نے ان کو مدینہ میں مدینہ آنے کے سات مہینے بعد
وبقیت معہ تسع سنین ومات عنہا ولہا ثمانی	(یعنی شوال سنہ ۱ھ) میں رخصت کرایا، وہ آپکے پاس نو برس رہیں اور جب
عشرۃ سنۃ	آپ نے وفات پائی تو وہ اٹھارہ برس کی تھیں،

دیکھیے ولی الدین خطیب صاحب مشکوٰۃ و صاحب الکمال بھی اس باب میں وہی کہتے ہیں جو دنیا کہہ رہی ہے، پس لیے

اجماعی مسئلہ کا جو صرف بخاری ہی نہیں بلکہ قرآن پاک کے سوا احادیث کے سارے صحاح، جوامع، مسانید، سنن، معاجم بلکہ اسلام کے
سارے مذہبی، فقہی، تاریخی، حدیثی، سیرتی ذخیرہ کتب و روایات کا متفق علیہ و متواتر بیان ہو اس کی تکذیب اپنے چند غلط [illegible]
سے کرنا کس قدر حیرت انگیز ہے،

سیرت عائشہ سے استناد مولانا نے میری تالیف سیرت عائشہ سے بھی استناد کیا ہے جس میں نکاح کا سال شوال سنہ ۱۰ نبوی لکھا ہے، حالانکہ مولانا
اگر غور کیا ہوتا تو واضح ہو جاتا کہ نبوت کا دسواں سال اس فرض پر لکھا گیا ہے کہ نبوت کا پہلا سال پورا لیا جائے اور تیرھویں سال
میں ادھر صرف دو مہینے محرم اور صفر ڈالے جائیں تو اس حساب سے شوال سنہ ۱۰ نبوی کے دو مہینے ذیقعدہ اور ذی الحجہ ہوئے، سنہ ۱۱ نبوی
کا ایک سال، سنہ ۱۲ نبوی کا ایک سال، سنہ ۱۳ نبوی کے دو ماہ کل دو سال چار مہینے، ہجرت سے پہلے اور ربیع الاول سنہ ۱ سے شوال
تک آٹھ مہینے، کل ۳۶ مہینے ہوئے، جنکے تین سال پورے ہوئے،

لیکن دوسرا نظریہ یہ ہے کہ نبوت کے پہلے سال کو ناتمام رکھکر تیرھویں سال کو پورا کر لیا جائے، سیرت عائشہ میں نبوت
کا دسواں سال نکاح کا زمانہ لکھنے میں مجھے اعتراف ہے کہ مجھ سے ان دونوں نظریوں میں تخلیط ہو گئی ہے، نبوت کے دسویں
سال کے اخیر کی جگہ گیارہویں سال کا اخیر لکھنا چاہئے، اور یہ غلطی خود اسی کتاب کی تصریحات سے بالکل ظاہر و واضح ہے اور
میں نہیں سمجھتا کہ مولانا جیسے دقیقہ رس اور نکتہ سنج پر یہ غلطی واضح نہیں ہوئی کیونکہ

۱۔ اس کتاب کے صفحہ ۱۰ پر ان لوگوں کے قول کی تردید کے بعد جنھوں نے نبوت کے چوتھے سال کی پیدائش اور دسویں سال
کے نکاح کا حساب جوڑا ہے، میں نے یہ لکھا ہے کہ:۔

"اس لحاظ سے ان کی ولادت کی صحیح تاریخ نبوت کے پانچویں سال کا آخری حصہ ہوگا یعنی شوال سنہ ۹ قبل ہجرت مطابق جولائی سنہ ۶۱۴ء"

اب دیکھئے کہ جب شوال سنہ ۵ نبوی اور سنہ ۹ قبل ہجرت پیدائش کہہ رہا ہوں تو اس کے چھ برس بعد نکاح کی تاریخ شوال [illegible]

۲۔ پھر صفحہ ۱۹ پر ہے کہ

"اس لحاظ سے شوال سنہ ۳ قبل ہجرت مطابق مئی سنہ ۶۲۰ء میں حضرت عائشہ کا نکاح ہوا،"

شوال سنہ ۳ قبل ہجرت مطابق مئی سنہ ۶۲۰ء وہی شوال سنہ ۱۱ نبوی ہوا،

۳۔ اس کے بعد اسی صفحہ پر لکھتا ہوں،

حضرت عائشہ نکاح کے بعد تقریباً تین برس میکہ میں رہیں، دو برس تین مہینے مکہ اور سات آٹھ مہینے ہجرت کے بعد مدینہ میں

کس قدر صریح ہے کہ میں نکاح کے بعد قیام مکہ کے صرف دو برس تین مہینے فرض کر رہا ہوں، جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ میں
نکاح کو سنہ ۱۱ نبوی کا واقعہ قرار دے رہا ہوں،

۴۔ مزید تصریح کے لئے شمسی سال کا تطابق بھی لکھ دیا ہے کہ جولائی سنہ ۶۱۴ء میں ولادت (صفحہ ۱۰) اور مئی سنہ ۶۲۰ء میں نکاح ہوا (صفحہ ۱۹)
سنہ ۶۱۵ء سے سنہ ۶۱۹ء تک پورے پانچ برس ہوئے اور جولائی سنہ ۶۱۴ء کے چھ مہینے اور مئی سنہ ۶۲۰ء کے پانچ مہینے کل ۱۱ مہینے، غرض شمسی حساب سے
(جو مولویانہ تخمینی حساب ہے) نکاح کے وقت ان کی عمر پانچ برس ۱۱ مہینے کی تھی،

۵۔ پھر میں نے اسی صفحہ ۱۹ پر سنہ ۳ قبل ہجرت نکاح کا سال لکھتے ہوئے کہا ہے، کہ اسی کی توثیق علامہ ابن عبد البر نے بھی کی ہے
اب دیکھ لیجئے کہ جس قول کو انھوں نے اختیار کیا ہے، وہ کیا ہے؟ وہ یہی ہے کہ ہجرت سے دو سال پیشتر (استیعاب جلد ۲ ص ۷۶۵) اور یہ تخمیناً
ہے، اور تدقیقاً دو سال چار مہینے ہوئے،

ان تمام تصریحات سے صاف ظاہر ہے کہ سیرت عائشہ کے مصنف کے نزدیک نکاح شوال سنہ ۱۱ نبوی، اور رخصتی شوال سنہ ۱ کا
واقعہ ہے، شوال سنہ ۱۱ میں حضرت عائشہ کی عمر چھ سال اور تین سال کے بعد شوال سنہ ۱ھ میں وہ نو برس کی تھیں، سنہ ۱۱ نبوی کا پورا سال سنہ ۱۲
نبوی کا پورا سال دو برس ہوئے، اور سنہ ۱۰ نبوی کے ذیقعدہ، اور ذی الحجہ دو مہینے، اور سنہ ۱۳ نبوی یعنی سنہ ۱ھ کے دس مہینے، ۱۲ مہینے ہوئے
پورے تین سال کا فرق ہوا،

سیرۃ عائشہ کے صفحہ ۲۱ پر میں نے لکھا ہے،

"جس دن یہ مختصر قافلہ دشمن کی گھاٹیوں سے بچتا ہوا مدینہ پہنچا نبوت کا چودھواں سال اور ربیع الاول کی بارہویں تاریخ تھی"

ان تمام تصریحات کا صاف و صریح اقتضا یہ ہے کہ سیرت کے صفحہ ۱۹ پر جو نبوت کا دسواں سال لکھا ہے، وہ درحقیقت گیارہواں
سال ہے، دسواں نہیں، اور یہ ایک ایسی کھلی ہوئی لفظی غلطی ہے کہ مولانا محمد علی صاحب کے فضل و کمال کو دیکھتے ہوئے یقین نہیں آتا کہ وہ
اس پر متنبہ نہ ہوئے ہوں،

ابو می سنہ کا جو صرف بخاری نہیں، بلکہ قرآن پاک کے سوا احادیث کے سارے صحاح، جوامع، مسانید، سنن، معاجم بلکہ اسلام ہر ک
سارے مذہبی، فقہی، تاریخی، حدیثی، سیرتی ذخیرہ کتب و روایات کا متفق علیہ و متواتر بیان ہو اس کی تکذیب اپنے چند غلط
سے کرنا کس قدر حیرت انگیز ہے،

سیرت عائشہ سے استناد مولانا نے میری تالیف سیرت عائشہ سے بھی استناد کیا ہے جس میں نکاح کا سال شوال سنہ نبوی لکھا ہے، حالانکہ میں نکاح کو
اگر غور کیا ہوتا تو واضح ہو جاتا کہ نبوت کا دسواں سال اس فرض پر لکھا گیا ہے کہ نبوت کا پہلا سال پورا لیا جائے اور تیرھویں
میں ادھر صرف دو مہینے محرم اور صفر ڈالے جائیں تو اس حساب سے شوال سنہ نبوی کے دو مہینے ذیقعدہ اور ذی الحجہ ہوئے، سنہ
ایک سال سنہ نبوی کا ایک سال، سنہ نبوی کے دو ماہ کل دو سال چار مہینے، ہجرت سے پہلے اور ربیع الاول سنہ سے
ایک آٹھ مہینے، کل ۴۰ مہینے ہوئے، جس کے تین سال پورے ہوئے،

لیکن دوسرا نظریہ یہ ہے کہ نبوت کے پہلے سال کو ناتمام رکھ کر تیرھویں سال کو پورا کر لیا جائے، سیرت عائشہ میں آپ دیکھ
کا دسواں سال نکاح کا زمانہ لکھنے میں مجھے اعتراف ہے کہ مجھ سے ان دونوں نظریوں میں تخلیط ہو گئی ہے، نبوت کے دس
سال کے اخیر کی جگہ گیارھویں سال کا اخیر لکھنا چاہیے، اور یہ غلطی خود اسی کتاب کی تصریحات سے بالکل ظاہر و واضح ہے
میں نہیں سمجھتا کہ مولانا جیسے دقیقہ رس اور نکتہ سنج پر یہ غلطی واضح نہیں ہوئی، کیونکہ

۱۔ اس کتاب کے صفحہ ۱۰ پر ان لوگوں کے قول کی تردید کے بعد جنھوں نے نبوت کے چوتھے سال کی پیدائش اور دس
کے نکاح کا حساب جوڑا ہے، میں نے یہ لکھا ہے کہ :-

"اس لحاظ سے ان کی ولادت کی صحیح تاریخ نبوت کے پانچویں سال کا آخری حصہ ہوگا، یعنی شوال سنہ قبل ہجرت مطابق جولائی

اب دیکھیے کہ جب شوال سنہ نبوی اور سنہ قبل ہجرت پیدائش کہہ رہا ہوں تو اس کے چھ برس بعد نکاح کی تاریخ

۲۔ پھر صفحہ ۱۹ پر ہے کہ

"اس لحاظ سے شوال سنہ قبل ہجرت مطابق مئی سنہ ء میں حضرت عائشہ کا نکاح ہوا"

شوال سنہ قبل ہجرت مطابق مئی سنہ ء وہی شوال سنہ نبوی ہوا،

۳۔ اس کے بعد اسی صفحہ پر لکھتا ہوں،

"حضرت عائشہ نکاح کے بعد تقریباً تین برس میکہ میں رہیں، دو برس تین مہینے مکہ اور سات آٹھ مہینے ہجرت کے بعد مدینہ میں"

کس قدر صریح ہے کہ میں نکاح کے بعد قیام مکہ کے صرف دو برس تین مہینے فرض کر رہا ہوں جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ میں
نکاح کو سنہ نبوی کا واقعہ قرار دے رہا ہوں،

۴۔ مزید تصریح کے لیے شمسی سال کا تطابق بھی لکھ دیا ہے کہ جولائی سنہ ء میں ولادت (صفحہ ۱۰) اور مئی سنہ ء میں نکاح ہوا (صفحہ ۱۹)
سنہ ء تک پورے پانچ برس ہوئے، اور جولائی سنہ ء کے چھ مہینے اور مئی سنہ ء کے پانچ مہینے کل ۱۱ مہینے، غرض شمسی حساب سے
گویا تخمینی حساب سے) نکاح کے وقت ان کی عمر پانچ برس ۱۱ مہینے کی تھی،

۵۔ پھر میں نے اسی صفحہ ۱۹ پر سنہ قبل ہجرت نکاح کا سال لکھتے ہوئے کہا ہے، کہ اسی کی توثیق علامہ ابن عبد البر نے بھی کی ہے
میں آپ دیکھ لیجئے کہ جس قول کو انھوں نے اختیار کیا ہے، وہ کیا ہے؟ وہ یہی ہے کہ ہجرت سے دو سال پیشتر (استیعاب جلد ۲ ص ۷۴۷) اور یہ تخمیناً
ورنہ تدقیقاً دو سال چار مہینے ہوئے،

ان تمام تصریحات سے صاف ظاہر ہے کہ سیرت عائشہ کے مصنف کے نزدیک نکاح شوال سنہ نبوی، اور رخصتی شوال سنہ ھ کا
واقعہ ہے، شوال سنہ ھ میں حضرت عائشہؓ کی عمر چھ سال اور تین سال کے بعد شوال سنہ ھ میں وہ نو برس کی تھیں، سنہ نبوی کا پورا سال سنہ
اور سنہ نبوی کا پورا سال دو برس ہوئے، اور سنہ نبوی کے ذیقعدہ اور ذی الحجہ دو مہینے، اور سنہ نبوی یعنی سنہ ھ کے دس مہینے، ۱۲ مہینے ہوئے
ہوئے تین سال کا فرق ہوا،

سیرۃ عائشہ کے صفحہ ۱۲۱ پر میں نے لکھا ہے،

"جس دن یہ مختصر قافلہ دشمن کی گھاٹیوں سے بچتا ہوا مدینہ پہنچا نبوت کا چودھواں سال اور ربیع الاول کی بارھویں تاریخ تھی"

ان تمام تصریحات کا صاف و صریح اقتضا یہ ہے کہ سیرت کے صفحہ ۱۹ پر جو نبوت کا دسواں سال لکھا ہے، وہ درحقیقت گیارھواں
سال ہے، دسواں نہیں، اور یہ ایک ایسی کھلی ہوئی نقلی غلطی ہے کہ مولانا محمد علی صاحب کے فضل و کمال کو دیکھتے ہوئے یقین نہیں آتا کہ وہ
اس پر متنبہ نہ ہوئے ہوں،

ہجرت سے تین برس پہلے شوال میں نکاح ہونا جو لوگ کہتے ہیں وہ درحقیقت لفظی تسامح میں مبتلا ہیں، ہجرت سے تین

ان کا مقصود شوال سنہ ۳ قبل ہجرت ہو تو یہ کہ لگ بھگ پورے تین سال کر گننے میں تو وہ صرف دو برس چار مہینے ہونگے، اور سنہ گننے میں

قبل ہجرت کہنا صحیح ہوگا، کہ سنہ کہنے کے لیے پورے ۱۲ مہینے کا لینا ضروری نہیں، اور سال کہنے میں پورے بارہ مہینوں کا تخیل ہے

بنا پر صحیح بخاری (باب تزویج عائشہ) میں عروہ بن زبیر سے جو یہ روایت ہے کہ

توفیت خدیجۃ قبل مخرج النبی صلعم الی المدینۃ	حضرت خدیجہؓ نے آنحضرت صلعم کے مدینہ کی طرف نکلنے سے
بثلاث سنین فلبث سنتین او قریباً من ذلک	انتقال کیا، پھر آپ دو برس یا اس کے قریب ٹھہرے، اور
ونکح عائشۃ وھی بنت ست سنین ثم بنیٰ بھا	عائشہؓ سے نکاح کیا جب وہ چھ برس کی تھیں، اور
وھی بنت تسع سنین (جلد اول ص۵۵۱)	جب وہ نو برس کی تھیں،

اس عبارت میں ہجرت مدینہ سے تین برس قبل جو کہا گیا ہے، اگر اس سے پورے تدقیقی تین سال مراد لیے جائیں تو اس

سے کہ پھر آپ دو برس یا اس کے قریب ٹھہرے، یہ مطلب ہوگا کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے تخمیناً دو برس یا اس کے قریب اور تدقیق

برس کے بعد حضرت عائشہؓ کا نکاح ہوا یعنی حضرت خدیجہؓ کی وفات ربیع الاول سنہ ۱۰ نبوی میں ماننا پڑے گی تاکہ ربیع الاول سنہ ۱۴

مطابق ربیع الاول سنہ ۱ ہجری میں پورے تین برس ان کی وفات کو ہو جائیں، پھر حضرت عائشہؓ کا نکاح اس کے ڈیڑھ برس

سنہ ۱۲ نبوی میں ماننا پڑے گا یعنی ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے جیسا کہ بعضوں نے مانا ہے، اور پھر رخصتی تین برس کے بعد شوال سنہ ۱۵ نبوی یعنی سنہ ۲

شوال سنہ ۲ ہجری میں، یہ ایک قول ہے جس کی طرف محققین کی ایک جماعت گئی ہے جس میں علامہ ابن عبد البر، علامہ عینی، اور امام نووی

شامل ہیں، اس قول کے بموجب حضرت عائشہؓ کی ولادت شوال سنہ ۶ میں ماننی پڑے گی،

دوسرا مطلب اس روایت کا یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات ہجرت سے تین برس پہلے تخمیناً ہوئی یعنی سنہ ۳ قبل

اس لحاظ سے وفات رمضان سنہ ۱۰ نبوی میں ہوگی یعنی ہجرت سے تدقیقاً ڈھائی برس پیشتر، اور حضرت عائشہؓ کا نکاح اس کے ایک

کے بعد شوال سنہ ۱۰ نبوی میں ہوا، اور رخصتی شوال سنہ ۱۴ نبوی یعنی شوال سنہ ۱ ہجری میں، اور اس بنا پر روایت کے اس فقرے

آپ دو برس یا ڈیڑھ برس ٹھہرے، کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت سودہؓ اور عائشہؓ سے نکاح ہو جانے کے باوجود آپ کسی بیوی کے

پاس دو برس تک نہیں گئے، پھر اس مدت کے بعد مکہ میں حضرت سودہؓ سے ملاقات کی اور اس کے ڈیڑھ برس کے بعد حضرت عائشہؓ کی رخصتی ہوئی،

اس تخیل پر حضرت عائشہؓ کی ولادت سنہ ۵ نبوی کا آخر ہوگا، نکاح کا زمانہ شوال سنہ ۱۰ ہوگا، اور رخصتی کا زمانہ شوال سنہ ۱ ہوگا، حافظ ابن حجر عسقلانی

نے اس قول کو اختیار کیا ہے اور روایات کی تطبیق و مراجعت سے اسی کو صحیح ثابت کیا ہے،

الغرض تمام محققین اخبار و سیر و آثار نے روایات اور ان کے مطالب کے اختلاف کی بنا پر سنین کی تعیین میں جو کچھ اختلاف کیا ہو

کس امر میں اختلاف نہیں کیا ہے کہ وہ نکاح کے وقت چھ برس کی یا زیادہ سے زیادہ سات برس کی، اور رخصتی کے وقت وہ نو برس کی

اور نو برس، یعنی ان کی عمر کے شمار کی مطابقت میں سنین ترتیب دیے ہیں، سنین کی مطابقت سے عمر کی تعیین نہیں کی ہے، دوسری عبارت میں

یوں کہیے کہ ان کی عمر کا شمار اصل ہے، اور نبوی و ہجری سنین کی تعیین فرع و نتیجہ ہے، یہ نہیں کہ ہجری و نبوی سنین اصل ہیں اور عمر کا شمار

فرع ہے، سنین میں اصلاح و ترمیم ہو سکتی ہے، مگر عمر کے شمار میں نہیں ہو سکتی، ھذا ھو المطلوب،

فریق کے دو مؤیدات

اصل دلائل کے بعد اب مؤیدات کی بحث باقی ہے، اگو کہ مجھے یہ حق پہنچتا ہے کہ میں بھی مجیب کے مؤیدات کے جواب دینے سے

اس طرح احتراز کروں جس طرح اس نے میرے مؤیدات کے جواب دینے سے احتراز کیا ہے، حالانکہ وہ پورا مضمون جو معارف جولائی

سنہ ۱۵ء میں چھپا ہے، اس کے ملاحظہ سے گذر چکا ہے، مگر صرف اس لیے کہ تحقیق حق ہو، میں مجیب کے دونوں قیاسی مؤیدات کا بھی جواب دیتا ہوں

حضرت ابوبکرؓ کے ارادۂ ہجرت کے واقعہ سے استدلال،

قیاس کا سلسلہ یہ ہے کہ صحیح بخاری باب ہجرۃ النبی صلعم میں روایت ہے جو مولوی صاحب کے ترجمہ کے مطابق یہ ہے، کہ حضرت عائشہؓ

فرماتی ہیں کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا اپنے ماں باپ کو دین اسلام پر پایا، اور کوئی دن نہیں گذرتا تھا مگر رسول اللہ صلعم صبح اور شام

ہمارے ہاں آتے تھے، پھر جب مسلمانوں پر مصائب آئے تو ابوبکر سرزمین حبش کی طرف نکلے" مولوی صاحب ممدوح نے اس حدیث

سے یہ سمجھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے پہلی ہجرت (سنہ ۵ نبوی والی) میں شرکت کرنی چاہی، اور اس وقت حضرت عائشہؓ صاحب ہوش

تھیں، اور ہوش کے لیے پانچ چھ سال کا ہونا ضروری ہے، غالباً مولوی صاحب کے اس قیاس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ حضرت عائشہؓ کی ولادت

سنہ ۱ نبوی بتائیں، یا اس سے بھی ایک سال پہلے،

لیکن اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ حدیث میں الفاظ یہ ہیں لم اعقل ابوی قط الا وھما یدینان ا
اس کا ترجمہ مولوی صاحب نے اپنے مطلب کے مطابق یہ کیا ہے کہ "جب سے میں نے ہوش سنبھالا، اپنے ماں باپ کو دین پر پایا" حالانکہ صحیح
یہ ہے "میں نے اپنے ماں باپ کو نہیں پہچانا لیکن ان کو دین کی پیروی کرتے ہوئے" ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ "میں نے جب سے ہوش سن
اور میں نے جب سے اپنے ماں باپ کو سمجھا یا پہچانا" دونوں میں آسمان زمین کا فرق ہے" ہوش سنبھالنے کا لفظ کسی قدر زیادہ
یا سن تمیز کے لیے بولا جاتا ہے، لیکن" جب سے میں نے اپنے ماں باپ کو سمجھا یا پہچانا" وہ تنے سن اور تمیز کو ظاہر نہیں کرتا، اس
لفظ سے ہمارے فریق کا حضرت ابوبکرؓ کی ہجرت کے وقت حضرت عائشہؓ کی پانچ چھ برس کے صاحب تمیز و ہوش ہونے پر استدلال صحیح نہیں،

اس کے بعد اس حدیث کے متعلق مجھے دو حیثیت سے بحث کرنی ہے، ایک تو اپنے جانتے محدثانہ بحث کرنا ہے، ج
اور علم حدیث کے صاحب ذوق سمجھ سکتے ہیں اور دوسری عام اور روا رو ی کی حیثیت سے،

پہلا طریقہ | اصل یہ ہے کہ یہ حدیث چار ٹکڑوں سے مرکب ہے، ایک یہ کہ "میں نے جب سے اپنے والدین کو جانا پہچانا ان کو دین کا
پایا" دوسرا ٹکڑا "روزانہ صبح اور شام کی آمد و رفت کا ہے" تیسرا "حضرت ابوبکرؓ کی ہجرت حبشہ کے ارادہ کا ہے" اور چوتھا ٹکڑا "آمد و ز
کی ہجرت کا ہے، یہ حدیث ابن شہاب زہری سے مروی ہے، ان کی عادت ہے کہ اخبار و سیر کی روایات میں وہ ایک واقعہ کے مختلف
متعلقہ کو تسلسل کے لیے جوڑ کر بیان کرتے ہیں، تمام بڑے بڑے واقعات میں انھوں نے یہی کیا ہے مثلاً حدیث آغاز وحی، حدیث
و قیصر و مصاحبین قیصر، حدیث واقعۂ افک، اور آخری واقعہ میں جیسا کہ بخاری میں ہے، اور کتب سیر میں تو ہر جگہ انھوں نے
اس روش کی تشریح کردی ہے،

یہ حدیث کتب صحاح میں سے صرف صحیح بخاری میں ہے، امام بخاری نے اپنے دستور کے مطابق اس حدیث کو کئی
کہیں ٹکڑے کرکے مختلف ابواب میں درج کیا ہے، مثلاً کتاب المساجد، کتاب الکفالہ، کتاب الادب، باب غزوۃ الرجیع، کتاب الہجرۃ
کتاب الکفالہ بروایت عقیل عن ابن شہاب الزہری صرف پہلا ٹکڑا ہے یعنی،

لم اعقل ابوی الا وھما یدینان الدین، میں نے اپنے والدین کو جب سے پہچانا، ان کو دین کا پیرو پایا

نیز ابن سعد (ترجمۂ ابی بکر) میں بھی بروایت زہری اتنا ہی ٹکڑا ہے،

پھر صحیح بخاری باب الادب میں والدین کی شناخت حضور کی روزانہ صبح و شام کی آمد اور پھر ہجرت مدینہ کا ذکر ہے، الفاظ یہ ہیں:

لم اعقل ابوی الا وھما یدینان الدین ولم یمر
علینا یوم الا ویاتینا فیہ رسول اللہ صلعم بکرۃ
وعشیا فبینما نحن جلوس فی بیت ابی بکر فی نحر الظھیرۃ
قال قائل ھذا رسول اللہ صلعم فی ساعۃ لم
یکن یاتینا فیھا قال ابو بکر ما جاء بہ فی ھذہ
الساعۃ الا امر قال انی اذن لی الخروج

میں نے اپنے والدین کو جب سے پہچانا ان کو دین کا پیرو پایا، اور رسول اللہ صلعم
کوئی دن پھر نہیں گذرا کہ صبح و شام نہ ہمارے پاس آتے ہوں، تو ہم ایک
دفعہ ٹھیک دوپہر کو ابوبکر کے گھر (یا گھر) میں تھے کہ کسی کہنے والے نے کہا
کہ یہ رسول اللہ صلعم ہیں، ایسے وقت آئے کہ جو وقت آپ کی تشریف آوری
کا نہ تھا، تو ابوبکر نے کہا کہ اس وقت آپ کسی خاص ضرورت سے تشریف
لائے ہوں گے، آپ آئے تو فرمایا کہ مجھے ہجرت کی اجازت ہوگئی،

باب غزوۃ الرجیع میں ابن شہاب زہری سے نہیں بلکہ ابو اسامہ عن عروہ سے جو روایت ہے اس میں یہ سب کچھ نہیں ہے،
بلکہ قصہ کو صرف ہجرت مدینہ سے شروع کیا ہے، کتاب المساجد میں، پہلے والدین کی شناخت کے وقت سے مسلمان ہونے کا ذکر،
پھر روزانہ صبح و شام کی تشریف آوری کا ذکر، پھر حضرت ابوبکرؓ کے مسجد بنا لینے کا ذکر ہے، کتاب الہجرۃ میں حدیث کے پورے ٹکڑے یکجا ہیں،
مگر ترتیب اس طرح ہے، پہلے والدین کی شناخت کے وقت ان کے مسلمان ہونے، پھر آپ کی روزانہ صبح و شام کی تشریف آوری،
پھر حضرت ابوبکرؓ کا حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ اور چند منزل کا سفر، ابن دغنہ کا پناہ دیکر ان کو واپس لانا، حضرت ابوبکرؓ کا مسجد
بنا کر نماز پڑھنا، ابن دغنہ کی پناہ سے نکل آنا، حضرت ابوبکرؓ کا پھر ہجرت کے لیے اذن طلب کرنا، آپ کا منع کرنا، اور ہجرت کی
اجازت خدا کی طرف سے ملنے کا انتظار، پھر ہجرت کا سامان اور ہجرت،

ہر وہ شخص جس کو امام بخاری کی تبویب اور احادیث کے ٹکڑوں کی ترتیب کے سلیقہ کا علم ہے، وہ جان سکتا ہے کہ
خاص قرائن کے بغیر محض ترتیب اجزاء سے کسی مختلف الاجزاء حدیث سے کسی نتیجہ پر استدلال نہیں کیا جاسکتا، فریق کا سارا استدلال
اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے، جب والدین کی شناخت، حضور کی روزانہ صبح و شام کی آمد کے بعد ہی حضرت ابوبکرؓ کی ہجرت حبشہ کا ارادہ
کا ہونا معلوم ہو، مگر افسوس کہ ایسا نہیں ہے بلکہ ذرا غور کرنے سے معلوم ہو جائیگا کہ روزانہ صبح و شام کے وقت آنے کا تعلق آپ کی ہجرت مدینہ کے زمانہ سے نہیں بلکہ معمول
سے ہے جیسا کہ صحیح بخاری کتاب الادب کی روایت مذکورۂ بالا میں اور نیز کتب سیرت میں سے ابن اسحاق کی سیرت میں بھی الفاظ یہ ہیں:

عن عائشة ام المومنين انها قالت كان لا
يخطى رسول الله صلعم ان ياتى بيت ابى بكر احد
طرفى النهار امابكرة واماعشية حتى اذا كان اليوم الذى
اذن فيه لرسول الله صلعم فى الهجرة والخروج
من مكة من بين ظهرى قومه اتانا رسول الله
صلعم بالهاجرة فى ساعة كان لا ياتى فيها (ابن ہشام)

ام المومنین عائشہ سے روایت ہے کہ آپ کوئی دن صبح یا شام کو ابو بکر
کے گھر آنے میں ناغہ نہیں کرتے تھے، یہاں تک کہ جس دن آپ کو
ہجرت اور مکہ سے نکلنے کی اجازت ہوئی، تو آپ ہمارے پاس دوپہر
کو اس وقت آئے جس وقت آپ آیا نہیں کرتے تھے،

ان اقتباسات سے یہ واضح ہوگیا ہوگا، کہ اصل میں ان ٹکڑوں کی ترتیب یہ ہے کہ والدین کی شناخت، پھر صبح و شام کی آمد و رفت، پھر ہجرت کے دن معمول کے خلاف دوپہر کو تشریف آوری، "اور ہجرتِ مدینہ" اسی ہجرتِ مدینہ کی تقریب سے زہری نے یہ کیا کہ والدین کی شناخت سے ان کے مسلمان ہونے، حضور کی صبح و شام آمد و رفت، پھر حضرت ابو بکرؓ کے حبشہ کی ہجرت کے ارادہ اور چند منزل کے سفر "اور واپسی" اور پھر ہجرتِ مدینہ کی تفصیلات کا ذکر کیا، اس ترتیب سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضرت ابو بکرؓ کی ہجرتِ حبشہ کے ارادہ کے وقت حضرت عائشہؓ ہوش و تمیز والی تھیں، اور اس وقت حضور روزانہ حضرت ابو بکرؓ کے گھر آیا کرتے تھے، بالکل بے بنیاد ہے، حالانکہ اگر ہم اس نتیجہ کو مان بھی لیں تو بھی جیسا کہ ہم ابھی بتا چکے کہ حضرت عائشہؓ کا اس وقت (حضرت ابو بکرؓ کے ارادہ ہجرتِ حبشہ) کے وقت ہوش و تمیز والی ہونا حدیث سے نہیں ثابت ہوتا، لیکن ان کا اس عمر میں ہونا کہ وہ والدین کو اچھی طرح پہچان سکیں اور ان کو کچھ کام کرتے ہوئے دیکھ کر یہ جان سکیں کہ یہ کچھ پڑھ رہے ہیں اور [illegible] رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہجرتِ حبشہ کے ارادہ اور چند منزل کے سفر کے بیان کے موقع پر حضرت عائشہ کاموں میں اپنی کسی قسم کی شرکت نہیں ظاہر کرتیں، جیسا کہ ہجرتِ مدینہ کے موقع پر توشہ کے باندھنے میں اپنی بہن اسماء کے ساتھ شرکت ظاہر کر رہی ہیں،

اصل میں حضرت عائشہؓ کے بیان کی ترتیب یہ ہوگی کہ پہلے حضرت ابو بکرؓ کی ہجرتِ حبشہ کا بیان، پھر اپنے والدین کی شناخت سے اسلام کا بیان، پھر آپ کی روزانہ صبح و شام کی آمد کا بیان، پھر مدینہ کی ہجرت کا بیان، اس ترتیب پر میری دلیل بھی ہے، روزانہ صبح و شام کی آمد و رفت کے سلسلہ کا تو روایت کے رو سے ہجرتِ مدینہ کے دن دوپہر کو آنے کے ساتھ تعلق ظاہر ہوچکا، اور عقلاً بھی ظاہر ہے کہ حضور کی صبح و شام کی آمد و رفت کو ہجرتِ مدینہ کے دن دوپہر کو خلافِ معمول آنے سے ہے، اور حبشہ کی ہجرت سے اس کو اصلاً تعلق نہیں ہے،

ترتیب کے اس نکتہ کو شہاب الدین زہری نے کہیں کہیں ظاہر بھی کر دیا ہے، چنانچہ کتاب الادب باب ہل یزور صاحبہ کل یوم او بکرة وعشیا میں جس میں صحیح ترتیب یعنی پہلے والدین کی شناخت کے وقت سے ان کے مسلمان ہونے کا، پھر آنحضرت صلعم کی روزانہ صبح شام آمد کا، پھر ہجرتِ مدینہ کے دن خلافِ معمول آمد کا ذکر ہے، اس کی روایت یوں شروع ہوتی ہے،

حدثنی عقیل قال ابن شهاب فاخبرنی عروة بن الزبير
ان عائشة قالت لم اعقل ابوى الا وهما يدينان
الدين ولم يمر علينا يوم الا ياتينا فيه رسول الله
صلعم طرفى النهار بكرة وعشية فبينما نحن جلوس
فى بيت ابى بكر فى نحر الظهيرة حتى قال قائل
هذا رسول الله فى ساعة لم يكن ياتينا فيها
فقال ابو بكر ما جاء به فى هذه الساعة الا
امر قال انى اذن لى فى الخروج،

مجھ سے عقیل نے کہا، ابن شہاب زہری نے کہا تو مجھ سے عروہ بن زبیر نے
بیان کیا کہ عائشہؓ نے کہا کہ میں نے اپنے والدین کو نہیں پہچانا لیکن یہ کہ وہ
دونوں دین اسلام کی پیروی کر رہے تھے، اور کوئی دن ہم پر ایسا نہیں گزرا
کہ اس میں رسول اللہ صلعم صبح اور شام دن کے دونوں کناروں میں آتے ہوں
تو ہم ابو بکر کے گھر میں ٹھیک دوپہر کو بیٹھے تھے کہ ایک کہنے والے نے کہا کہ یہ رسول اللہ
صلعم آرہے ہیں، اس گھڑی میں جس میں وہ نہیں آتے تھے، تو ابو بکر نے
کہا کہ اس وقت آپ کو نہیں لائی ہوگی لیکن کوئی ضرورت، آپ نے
فرمایا کہ مجھے ہجرت کی اجازت دی گئی،

دیکھیے، اس میں پہلے والدین کی شناخت سے ان کا اسلام، پھر روزانہ صبح و شام کی آمد و رفت، پھر ہجرتِ مدینہ کے دن خلافِ معمول دوپہر کو آنا بیان کیا ہے، مگر حبشہ کی ہجرت کے ارادے کا ذکر نہیں ہے، لیکن شروع روایت پر نظر کیجیے کہ وہاں شہاب زہری اخبرنی عروة مجھ سے عروہ نے یہ بیان کیا نہیں ہے، بلکہ فاخبرنی عروة، "تو پایا میں یا اس کے بعد عروہ نے مجھ سے یہ بیان کیا ہے" اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ کے ارادہ ہجرتِ حبشہ کا ٹکڑا، والدین کی شناخت سے ان کے مسلمان، اور آنحضرت صلعم کی روزانہ آمد کے ذکر سے پہلے تھا جو اس باب میں بے تعلق ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا، اور کتاب الہجرۃ میں بھی جہاں پہلے والدین کی شناخت، پھر روزانہ آمد و رفت، پھر ابو بکر کی ہجرت حبشہ پھر ہجرتِ مدینہ کا ذکر ہے، روایت کے شروع میں ایسا ہی کیا ہے، یعنی اخبرنی مجھے خبر دی نہیں، بلکہ فاخبرنی ہی کہا ہے، جس سے بتانا مقصود ہے کہ اس سے اوپر کچھ بات تھی جس کی ترتیب کی رعایت نہیں کی گئی ہے، فافہم

تسلیم کرکے جواب، لیکن چونکہ میرے اس بیان کو صرف اشارات "اور بخاری کے اجزائے حدیث کی ترتیب" اور بعض قرائن پر مبنی

جس کا تسلیم کرنا صرف حدیث کے ذوق پر مبنی ہے، اس لیے میں فریق کو اس کے تسلیم کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا، بلکہ میں ہی تسلیم کر لیتا ہوں کہ واقعات کی ترتیب وہی ہے جو کتاب الہجرۃ میں ہے، یعنی پہلے والدین کی شناخت سے ان کے مسلمان ہونے کا ذکر پھر روزانہ آمد و رفت کا ذکر پھر حضرت ابوبکرؓ کی ہجرت کا ذکر پھر مدینہ کی ہجرت کا بیان ہے، تو اب سوال یہ ہے کہ اس حدیث کے رو سے یہ کیونکر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے حبشہ کی جانب ہجرت کرنے کے ارادہ کا زمانہ سنہ ۵ نبوی ہے، اس حدیث میں تو کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس میں وقت اور زمانہ کی تعیین ہو، سب جانتے ہیں کہ ہجرت حبشہ کا واقعہ دو دفعہ پیش آیا، ایک سنہ ۵ نبوی میں جس کو ہجرت اولیٰ کہتے ہیں اور دوسرے سنہ ۶ میں جس کو ہجرت ثانیہ کہتے ہیں، اور اسی وقت حضور شعب ابی طالب میں چلے گئے ہیں، پھر ہم حضرت ابوبکرؓ کی ہجرت حبشہ کے ارادہ کے لیے سنہ ۵ نبوی ماننے پر مجبور کیوں ہیں؟ کیوں نہ ہم اس کے چند سال بعد مانیں؟ حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس سے زمانہ کی تعیین پر استدلال کر سکیں فریق کہہ سکتا ہے کہ اس میں ایک لفظ ایسا ہے اور وہ فلما ابتُلی المسلمون جب مسلمانوں پر مصیبتیں آئیں، یا مسلمان ستائے گئے، تب حضرت ابوبکرؓ نے ہجرت کا ارادہ کیا، لیکن یہ کون کہہ سکتا ہے کہ مسلمانوں کے ستائے جانے کا زمانہ صرف سنہ ۵ تھا، ستائے جانے کے زمانے اور مراتب مختلف رہے، غلام و بیکس اور بے مددگار لوگ شروع ہی سے جب سے اسلام کا اعلان کیا گیا، ستائے جانے لگے ان سے بڑے لوگوں کے ستائے جانے کی باری اس وقت آئی جب کفار مکہ کو مسلمانوں کی ہجرت حبشہ کرنے کا حال معلوم ہوا اور اپنی کوششوں میں ان کو ناکامی ہوئی، اور یہ سنہ ۶ میں ہوا جب بیاسی مسلمانوں نے ہجرت کی اور حضور بھی شعب ابی طالب میں چلے گئے اور اسی وقت حضرت ابوبکرؓ مکہ میں باوجود اپنی جاہ و مرتبہ کے تنہا سے معلوم ہونے لگے ہوں گے،

پھر آنحضرت صلعم اور اکابر صحابہؓ کی جسمانی تکلیف کا واقعہ سنہ ۱۰ کے بعد ہوا جب حضرت خدیجہؓ اور حضرت ابوطالب کا انتقال ہو گیا، اور سختیاں سب سے زیادہ اس وقت ہونے لگیں جب کفار کو مدینہ میں اسلام کی اشاعت اور صحابہؓ کے اودھر ہجرت کرنے کا آغاز ہوا، جو سنہ ۱۱ سے شروع ہو گیا تھا، اس لیے جب مسلمانوں پر سختیاں ہوئیں سے سنہ ۵ کی تخصیص کیونکر ہو گئی، مسلمانوں کے ستائے جانے کی مدت تو پوری تیرہ برس ہے، اور ان تمام برسوں میں سے ہر ایک برس ہے، چنانچہ قیام مکہ کے آخری سالوں حضرت ابوبکرؓ کے ستائے جانے کا ذکر اسی ہجرت مدینہ کے تعلق سے، خود ام المومنین حضرت عائشہؓ کی زبانی اسی بخاری میں مذکور ہے،

قالت استاذن النبی صلعم ابوبکر فی الخروج — کہتی ہیں کہ ابوبکر نے حضرت سے مکہ سے نکل جانے کی اجازت چاہی

حین اشتد علیه الاذی فقال له اقم الخ (باب غزوۃ الرجیع) — جب ان کو سخت اذیت دی جانے لگی، تو آپؐ نے فرمایا ٹھہرو مجھے بھی ہجرت کی اجازت خدا کی طرف سے ملنے والی ہے (پھر ہجرت مدینہ کا ذکر ہے)

دیکھیے کہ حضرت ابوبکرؓ کو سنہ ۵ میں نہیں، بلکہ سنہ ۱۳ میں سخت تکلیف دی جا رہی ہے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ فلما ابتلی المسلمون "جب مسلمانوں کو تکلیف دی گئی" سے خواہ مخواہ سنہ ۵ نبوی مراد لینا ضروری نہیں، اور اس لیے اس لفظ سے حضرت ابوبکرؓ کے ارادہ ہجرت حبشہ کی تاریخ سنہ ۵ نبوی معین کرنے پر دلیل نہیں حاصل کی جا سکتی،

آگے بڑھ کر میں یہ بھی کہتا ہوں، کہ حضرت ابوبکرؓ نے نہ سنہ ۵ نبوی والی ہجرت حبشہ اولیٰ میں شرکت کی، نہ سنہ ۶ والی ہجرت حبشہ ثانیہ میں ہجرت کی، کہ ان دونوں موقعوں پر جمعیتوں کے ساتھ سفر ہوا، اور حضرت ابوبکرؓ تنہا نکلے، یہ دونوں قافلے جدہ سے گئے اور آئے، اور حضرت ابوبکرؓ یمن کی طرف برک الغماد سے رخ کر رہے ہیں، چنانچہ علماے سیر اور محدثین میں سے جو لوگ حدیث ہجرت جس سے فریق کو مغالطہ ہو رہا ہے اس کے جوڑ اور بند کو سمجھتے ہیں، انھوں نے حضرت ابوبکرؓ کی اس ہجرت حبشہ کے ارادہ کا زمانہ، سنہ ۵ نبوی نہیں، سنہ ۶ نبوی نہیں، بلکہ اس کے بعد متعین کیا ہے، چنانچہ ابن اسحاق نے اسکا ذکر ہجرت ثانیہ کے بعد، آنحضرت صلعم کے شعب ابی طالب میں بھی جانے کے بعد، اور نقض صحیفہ یعنی آنحضرت صلعم کے شعب ابی طالب سے سنہ ۹ یا سنہ ۱۰ نبوی میں نکلنے کے فوراً ہی متصل پہلے ذکر کیا ہے اور یہ روایت کی،

وقد کان ابو بکر الصدیق کما حدثنی محمد بن مسلم الزهری عن عروة عن عائشة حین ضاقت علیه مکة واصابه فیها الاذی ورأی من تظاهر قریش علی رسول الله صلعم واصحابه ما رأی استاذن رسول الله صلعم فی الهجرة فاذن له فخرج ...

ابوبکر صدیق نے جیسا کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن مسلم (یعنی ابن شہاب زہری) نے عروہ سے اور عروہ نے حضرت عائشہؓ سے کہ جب ابوبکر پر مکہ کی زمین تنگ ہو گئی اور ان کو تکلیف ہوئی اور دیکھا کہ قریش رسول اللہ صلعم اور مسلمانوں کی تکلیف دینے پر سب مل کر ایک ہو گئے ہیں تو آپ سے ہجرت کی اجازت چاہی تو آپ نے اجازت دی تو ابوبکر نکلے۔۔

دیکھیے یہ وہی روایت ہے، وہی سند ہے، وہ تمام رواۃ ہیں، جنھوں نے بخاری کی کتاب الہجرۃ کی وہ ملی جلی روایت بیان کی ہے جس سے فریق کو مغالطہ ہوا، ابن اسحاق نے حضور کی روزانہ صبح و شام کی آمد و رفت کے تذکرہ کو صحیح طور سے ہجرت مدینہ کے ساتھ رکھا،

اور حضرت ابوبکرؓ کی ہجرت حبشہ کے ارادہ کے وقت اس کو نہیں لکھا کہ اس سے انکا کوئی تعلق نہ تھا، یہ خوشی ہے کہ ہمارے فریق نے نہایت رواداری کیساتھ بالاعلان کہدیا ہے کہ بخاری اور غیر بخاری میں کوئی فرق نہیں، اس لیے ابن اسحاق کے مقابلہ میں بخاری کے نام سے ظاہر ہے کہ وہ مرعوب نہ ہوگا، حالانکہ بخاری کی کتاب الادب میں بھی وہی ترتیب ہے جو ابن اسحاق میں ہے، اور تکلیف و ایذا کا زمانہ بھی سنہ نبوی نہیں رکھا بلکہ بعد۔

محدثین میں حافظ ابن حجرؒ کا پایہ ہے، خصوصاً صحیح بخاری کے رموز و اشارات کے سمجھنے میں جو ان کو کمال ہے، اس کی بنا پر ان کو شہادت میں پیش کرنا ضروری ہے، آئیے دیکھیں کہ وہ فلما ابتلی المسلمون (جب مسلمانوں کو تکلیف دیگئی) سے کونسا زمانہ مراد لیتے ہیں،

فلما ابتلی المسلمون ای باذی المشرکین لما حصروا بنی هاشم والمطلب فی شعب ابی طالب واذن النبی صلعم لاصحابه فی الهجرة الی الحبشة کما تقدم بیانه خرج ابو بکر مهاجراً الی ارض الحبشة ای لیلحق بمن سبق الیها من المسلمین

(فتح الباری)

جب مسلمانوں کو تکلیف دیگئی، یعنی مشرکوں کا ستانا جب انھوں نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا، اور آنحضرت صلعم نے اپنے رفیقوں کو ہجرت حبشہ کی اجازت دی جیسا اوپر بیان گذرا تو ابوبکر سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کے لیے نکلے، یعنی تاکہ جو مسلمان حبشہ پہلے جا چکے ہیں ان کے ساتھ مل جائیں،

اس تفصیل سے معلوم ہوگا کہ جو لوگ حدیث کے اجزاء کو اچھی طرح سمجھتے ہیں انھوں نے حضرت ابوبکرؓ کی ہجرت حبشہ کے ارادہ کا وقت مسلمانوں کی عام ہجرت حبشہ کے بعد اور شعب ابی طالب کی محصوری کے بعد کا زمانہ بتایا، یعنی سنہ نبوی کے بعد ممکن ہے سنہ نبوی ہو، یا سنہ نبوی ہو (نقض صحیفہ سے پہلے) اس وقت حضرت عائشہؓ کی عمر اگر سنہ نبوی کی ولادت کا حساب ہو جو ابن سعد وغیرہ نے لگایا ہے تو سنہ نبوی میں بھی ان کی عمر کا پانچواں سال ہوگا، اور میری تحقیق کی بنا پر کہ سنہ نبوی کی ولادت مانتا ہوں ان کی عمر کا چوتھا سال ہوگا، اور باوجود اس کے کہ والدین کی شناخت اسلام اور آنحضرت صلعم کی روزانہ صبح و شام کی آمد کا میرے نزدیک اس ہجرت حبشہ کے ارادہ سے قطعاً تعلق نہیں، تاہم میں کہتا ہوں کہ ایک مستثنی حافظہ اور ہوش و گوش والی لڑکی کے لیے چوتھا سال اس بات کے لیے کافی ہے کہ وہ اپنے والدین کو نماز پڑھتے دیکھے یا قرآن پڑھتے سنے تو ان کاموں کو یاد رکھے، اور زیادہ تمیز آنے پر یہ سمجھے کہ وہ پر مسلمانوں کے کام کرتے تھے، ھذا ھو المراد،

دوسرا عام مغالطہ

دوسرا عام مغالطہ جسکا میں نے اوپر حوالہ دیا تھا، وہ یہ ہے کہ پوری حدیث ایک مسلسل واقعہ ہے، اور اسی ترتیب سے ہے جیسی بخاری کی کتاب الہجرة میں ہے، جن محدثین اور ارباب سیر کی نظر احادیث کے ان اجزاء پر نہیں پڑی اور انھوں نے اس حدیث کو مسلسل و مرتب واقعہ مانا ہے، انھوں نے حضرت ابوبکرؓ کی اس ہجرت کے ارادہ کا زمانہ سنہ نبوی نہیں جیسا کہ فریق مجیب نے کہا ہے بلکہ سنہ نبوی قرار دیا ہے، اور جو بھی اس پر سرسری نظر ڈالے گا وہ یہی سمجھے گا، اور اس کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ میں ناظرین کے سامنے اس متنازع فیہ حدیث کا لفظی ترجمہ کر دوں، اور اہم امور کو روایت کے اصلی الفاظ میں ادا کروں، اور وہ یہ ہے:-

ابن شہاب زہری نے کہا تو مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے اپنے ماں باپ کو نہیں پہچانا، لیکن ان کو دین کی پیروی کرتے ہوئے، اور ہم پر کوئی دن نہیں گذرا لیکن یہ کہ حضور صلعم اس میں دن کے دونوں کناروں میں صبح و شام ہمارے ہاں آتے تھے، تو جب مسلمانوں کو تکلیف دیگئی تو ابوبکرؓ ہجرت کر کے حبشہ کی طرف چلے، یہاں تک کہ جب برک غماد پہنچے تو ان کو ابن دغنہ ملا جو قارہ کا سردار تھا، اس نے پوچھا کہ ابوبکرؓ کدھر کا ارادہ ہے؟ تو ابوبکرؓ نے کہا مجھکو میری قوم نے نکال دیا تو چاہتا ہوں کہ زمین میں چل پھر کر اپنے رب کو پوجوں، ابن دغنہ نے کہا کہ آپ جیسا آدمی نہیں نکل سکتا، یا نہیں نکالا جا سکتا، آپ غریب کی مدد کرتے ہیں، رشتہ داروں کو حق ادا کرتے ہیں، قرض دیتے مہمانی کرتے ہیں، لوگوں کی مصیبتوں میں کام آتے ہیں، آپ جیسا آدمی نہیں نکل سکتا، یا نہیں نکالا جا سکتا تو ابوبکر لوٹے اور ابن دغنہ آپ کے ساتھ چلا، پھر قریش کے اشراف میں شام کو گھوما، پھر ان سے کہا کہ ابوبکر جیسے آدمی نہیں نکالے جا سکتے، کیا ایسے شخص کو نکالتے ہو جو غریب کی مدد کرتا ہے (صفات مذکورہ گنائے) تو قریش نے ابن دغنہ کی پناہ کو نہیں جھٹلایا، اور انھوں نے کہا کہ ابوبکرؓ سے کہو کہ اپنے رب کو اپنے گھر میں پوجیں، اور اسی میں نماز پڑھیں اور جو چاہیں پڑھیں، ہم کو اس سے آزار نہ پہنچائیں، اور نہ اس نماز و قرأت کا اعلان کریں کیونکہ ہم کو اپنی عورتوں اور لڑکوں کا ڈر ہے کہ وہ نہیں بہک جائیں، (یعنی اسلام کے اثر میں نہ آجائیں) تو ابن دغنہ نے یہ ابوبکرؓ سے کہی تو ابوبکرؓ اس پر ٹھہرے، فلبث ابو بکر بذالک، اپنے رب کو اپنے گھر میں پوجتے رہے، اور اپنی نماز کو اعلان کے ساتھ نہیں پڑھتے تھے، اور اپنے گھر کے سوا کہیں قرآن نہیں پڑھتے تھے، پھر ابوبکرؓ کی رائے بدل گئی

تو اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی، اور اس میں نماز اور قرآن پڑھنے لگے، تو مشرکین کی عورتیں اور بچے ان پر ٹوٹ پڑتے اور وہ تعجب کرتے تھے، اور ان کو دیکھتے تھے، اور ابوبکر قرآن پڑھتے تو روتے تھے، اور ان کو اپنی آنکھوں پر قابو نہ رہتا، اس امر نے قریش کے سرداروں کو گھبرادیا، تو انھوں نے ابن دغنہ کو کہلا بھیجا، وہ آیا، تو انھوں نے کہا کہ ہم نے ابوبکر کو تمھاری پناہ دینے سے اس شرط پر پناہ دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کیا کریں، اب انھوں نے اس سے تجاوز کیا، اب انھوں نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنالی ہے، نماز اور قرآن زور سے اس میں پڑھتے ہیں، اور ہم کو اپنی عورتوں اور لڑکوں کے فتنہ میں پڑنے کا ڈر ہے، تو ان کو روک دو۔ اگر اس بات پر رک جائیں کہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں تو وہ کریں، اور اگر انکار کریں تو ان سے کہو کہ تمھاری ذمہ داری واپس کردیں، کیونکہ ہم کو تمھاری ذمہ داری کو توڑنا پسند نہیں، اور ہم کبھی ابوبکر کو اعلان کے ساتھ نماز اور قرآن پڑھنے نہیں دے سکتے۔ عائشہ کہتی ہیں کہ ابن دغنہ ابوبکر کے پاس گیا اور کہا کہ تم کو معلوم ہے کہ کس شرط پر میں نے تم سے معاہدہ کیا تھا تو یا تو باز آجاؤ یا میری ذمہ داری واپس کردو، کیونکہ میں پسند نہیں کرتا کہ عرب یہ سنیں کہ میں نے کسی سے معاہدہ کیا اور وہ توڑا گیا، تو ابوبکر نے کہا میں تمھاری پناہ واپس کرتا ہوں، اور خدا کی پناہ مجھ کو کافی ہے، اور رسول اللہ صلعم ان دنوں مکہ ہی میں تھے، تو آپ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ مجھے خواب میں تمھاری ہجرت کا مقام چھوہاروں والی دو پہاڑیوں کے بیچ کی زمین دکھائی گئی ہے، تو جس نے مدینہ کی طرف ہجرت کی، ہجرت کی، اور عموماً صحابہؓ جنھوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی مدینہ کی طرف واپس آئے، اور ابوبکر نے بھی مدینہ کی طرف ہجرت کی تیاری کی تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ابھی ٹھہرو کہ مجھے بھی امید ہے کہ اجازت دیجائے تو ابوبکر نے اپنے کو رسول اللہ صلعم کی معیت کے لیے روکے رکھا، اور دو اونٹنیوں کو خبط کے پتے چار مہینے تک کھلائے، ابن شہاب نے کہا کہ عروہ نے کہا کہ ان سے عائشہ نے کہا، تو ہم ایک دن ابوبکر کے گھر میں ٹھیک دوپہر کو بیٹھے تھے کہ کسی کہنے والے نے کہا کہ یہ رسول اللہ ادھر سے ہیں، منھ پر چادر ڈالے، اس گھڑی میں جس میں آپ نہیں آیا کرتے تھے، تو ابوبکر نے کہا میرے ماں باپ قربان، خدا کی قسم آپ کو اس گھڑی نہیں آیا لیکن کوئی اہم کام، آپ نے فرمایا جو تمھارے پاس اس وقت ہو انکو علیحدہ کردو عرض کی میرا باپ قربان ہو یہ آپکی بیوی ہے تو آپنے ہجرت کی اجازت کا حال سنایا، حضرت عائشہؓ اور اسماءؓ نے جلد سامان درست کیا۔

میں نے عام ناظرین کے سامنے روایت کے پورے الفاظ رکھدیے، جو اہل نظر ہیں انھوں نے اس حدیث کے مختلف ٹکڑوں کو پہچان لیا ہوگا، کہ اپنے والدین کی شناخت سے ان کو اسلامی کام کرتے ہوئے دیکھنا، ایک ٹکڑا ہے، روزانہ صبح و شام آمد کا تعلق ہجرت کے دن دوپہر کے آنے سے ہے، بیچ میں ہجرت کے تعلق سے پہلے حضرت ابوبکرؓ کی ہجرت حبشہ کے ارادہ کا ذکر ہے، پھر ہجرت مدینہ کا بیان شروع ہوتا ہے، مگر بہرحال ہمکو تو یہاں ایک سرسری حیثیت سے اس حدیث پر گفتگو کرنا ہے،

ایک حد تو متفقاً متعین ہے کہ مدینہ کی ہجرت کا واقعہ سنہ ۱۳ نبوی یعنی قیام مکہ کے آخری سال کا ہے، اب سوال یہ ہے کہ اس حدیث کے تمام ٹکڑے وقوع اور پیش آنے میں مسلسل اور ملے ہوئے بلا فصل ہیں یا ان میں جوڑ، فصل اور عدم تسلسل ہے، اگر جوڑ اور فصل ہے تو لازم آتا ہے کہ یہ مانیں کہ حضرت عائشہؓ کی شناختِ والدین کا واقعہ الگ ہے، رسول اللہ کی روزانہ آمد و رفت کا واقعہ الگ ہے، ہجرتِ حبشہ کے ارادے کا واقعہ الگ، اور سب سے آخر ہجرتِ مدینہ کا واقعہ الگ ہے، تو اس صورت میں فریق کا یہ قیاس و استنباط کہ وہ حضرت ابوبکرؓ کی ہجرتِ حبشہ کے ارادہ کے وقت ہوش و تمیز کی حالت میں تھیں، بالکل بے بنیاد ہے، اور اگر یہ مانا جاتا ہے کہ یہ واقعات اپنے وقوع میں مسلسل اور بلا فصل پیش آئے ہیں، تو ظاہرًا صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام واقعات ہجرتِ مدینہ کے واقعہ کے قرب میں پیش آئے ہیں، واقعات کا تسلسل جو روایت میں مذکور ہے وہ ادھر ہی لیے جاتا ہے،

فریق یہ کرتا ہے کہ پہلا اور دوسرا ٹکڑہ یعنی والدینؓ کی شناخت، اور ہجرتِ حبشہ کے ارادہ کو تو شروع میں اٹھا کر لیجاتا ہے یعنی سنہ ۵ نبوی میں، اور آخری یعنی مدینہ کی ہجرت کے واقعہ کے زمانہ کو چونکہ بڑھا گھٹا نہیں سکتا اس لیے اس کو سنہ ۱۳ نبوی میں قائم رکھتا ہے اور دونوں کے بیچ میں آٹھ نو برس کا فصل قرار دیتا ہے جو کسی طرح روایت الفاظ سے ثابت نہیں ہو سکتا، اور اتنے بڑے فصل کی گنجائش اس کو مسلسل و مربوط واقعہ مان کر نہیں نکالی جاسکتی، عبارت کا حرف حرف ناظرین کے سامنے ہے پڑھ لیں فلبث "پس ٹھہرے ابوبکرؓ" سے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آٹھ نو برس تک توقف کا زمانہ مراد ہے، کہ اتنے عرصہ تک انھوں نے چپ چاپ گھر میں نماز پڑھی، پھر اعلان کیا، یا یہ کہ اعلان تو جلدی کیا ہو مگر قریش آٹھ نو برس تک صبر کرتے رہے، دو میں کوئی بات صاف نہیں ثابت ہو سکتی، پھر اس میں نماز اور تلاوت کا ذکر ہے، سنہ ۵ نبوی میں جب کہ تین برس کی فترہ کے بعد قرآن کے نزول کو دوسرا ہی سال تھا، اتنا قرآن نہیں ہو سکتا جو تلاوت و قرأت میں آئے، اور نہ اس وقت باقاعدہ نماز شروع ہوئی تھی (باقاعدہ پنجوقتہ

نماز معراج میں فرض ہوئی تھی) ان قرینوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سنہ ۴ نبوی کا واقعہ نہیں ہو سکتا، بلکہ آخری سالوں کا ہی

چنانچہ محدثین اور علمائے سیر میں سے جن لوگوں نے اس حدیث کے ظاہری ربط و تسلسل کا خیال کیا ہے انھوں نے سنہ ۱۳ نبوی

کا واقعہ قرار دیا ہے، سیرۃ حلبی میں علامہ برہان الدین حلبی لکھتے ہیں،

وفی السنة الثالثة عشر من النبوة کانت	اور سنہ ۱۳ نبوی میں عقبۂ ثانیہ کی بیعت ہوئی . . . . . اور
بیعة العقبة الثانیة. . . . وفی هذه السنة	اسی سال ابوبکر نے حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا، تو
اراد ابو بکر ان یهاجر للحبشة فلما بلغ برک	جب برک الغماد پہنچے . . . .
الغماد . . . (جلد ۲ ص ۔۔۔ مصر)	. . . .

تاریخ خمیس فی احوال انفس نفیس میں علامہ حسین بن احمد دیار بکری سنہ ۱۳ نبوی کے ذیل میں لکھتے ہیں،

وفی هذه السنة هاجر ابو بکر الی الحبشة	اور اسی سال ابوبکر نے حبشہ کی طرف ہجرت کی روایت ہے کہ
یروی انه لما ابتلی المسلمون . . . جلد اول ص ۳۱۹	جب مسلمانوں کو تکلیف دیگئی . . (روایت بلفظ گذر چکی ہے)

اب ظاہر ہے کہ اس وقت یعنی سنہ ۱۳ نبوی میں حضرت عائشہؓ کی عمر آٹھ برس کی ہوگی، اور اس وقت جب حضرت ابوبکرؓ نے

حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا تو حضرت عائشہؓ پوری عقل و تمیز کے سن میں تھیں،

ہم نے پوری تحقیقات منظر عام پر لاکر رکھدی ہے، اور ہر ممکن پہلو سے اور ہر نقطۂ نظر سے بحث کردی ہے، جس سے بحمد اللہ

ہر طرح سے عجیب کے شبہہ کا رد ہوگیا، اور حضرت عائشہؓ کی عمر جمہور علماء، و مورخین و محدثین اسلام کے مطابق ماننے اور تسلیم کرنے

میں فریق کو کم از کم اس حدیث کا خدشہ باقی نہ رہیگا، اب دوسرا شبہہ لیجئے،

سورۂ نجم اور سورۂ قمر کے نزول سے استدلال،

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ

لقد انزل علی محمد صلعم بمكة وانی لجاریة	بلاشک مکہ میں محمد صلعم پر یہ اترا جب میں بچی تھی اور کھیلتی تھی،
العب بل الساعة موعدهم والساعة ادهی ...	بل الساعة موعدهم والساعة ادهی وامر،

(بخاری تفسیر سورۂ قمر)

فریق اس حدیث کو پیش کرکے استدلال کرتا ہے، کہ یہ آیت سورۂ قمر کی ہے، اور

سورۂ قمر کا نزول ابتدائی ہی زمانہ کا ہے، کیونکہ اسمیں معجزۂ شق القمر کا ذکر ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ معجزہ ابتدائی زمانہ کا ہے،

کیونکہ بعد میں کفار کی مخالفت آنحضرت صلعم سے اس قدر سخت ہوگئی تھی کہ انھوں نے آپ کو شعب ابی طالب میں

محصور کر دیا تھا، اور یہ سنہ ۷ نبوی کا واقعہ ہے (یعنی محصور کرنا)

پھر فرماتے ہیں

اور دوسرے سورۂ نجم اور سورۂ قمر کا باہم بہت تعلق ہے، جیسا کہ مفسرین نے تسلیم کیا ہے، اس لیے ان کا (قمر اور

نجم کا) نزول بھی ایک ہی زمانہ کا ہونا چاہیئے، اور سورۂ نجم کا سنہ ۵ نبوی میں نازل ہونا یقینی امر ہے، پس اسی

وقت کے قریب قریب سورۂ قمر بھی نازل ہوئی ... پس سنہ ۴ نبوی یا سنہ ۵ نبوی کا ان آیات کا نزول ہے

اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں اس وقت لڑکی تھی اور کھیلا کرتی تھی، پھر ان آیات کو سنکر سمجھکر یاد بھی کرتی

تھی، اس سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی عمر سنہ ۴ نبوی میں بوقت نکاح چھ یا سات سال

ہونا قرین قیاس نہیں،

ہمارے مخدوم نے اوپر کے مقدمات میں یقینیات کا جو سلسلہ جوڑا ہے، ان میں سے ہر ایک بے بنیاد ہے، اور یہ

دو دلیلیں قائم کیگئی ہیں، جنکی الگ الگ منطقی ترتیب یہ ہے،

اول یہ آیت سورہ قمر میں ہے، سورۂ قمر سورۂ نجم کے مناسب ہے، سورہ نجم قطعاً سنہ ۵ نبوی میں اتری، اس لیے

سورۂ قمر بھی سنہ ۵ نبوی میں اتری، اور اس میں یہ آیت ہے، جسکا حضرت عائشہؓ یاد رکھنا فرماتی ہیں، اس لیے سنہ ۵ نبوی میں وہ

اتنی بڑی تھیں کہ اس کو یاد رکھ سکیں، اس لیے اگر پانچ چھ برس بھی اس وقت عمر مانی جائے تو سنہ ۱۰ نبوی میں بوقت نکاح وہ دس گیارہ برس کی ہونگی

اس مرتب دلیل میں کتنے بے بنیاد مقدمات ہیں، حضرت عائشہؓ تو صرف ایک آیت کا نزول اور اس کا یاد رکھنا فرماتی

ہیں، اور فریق پورے سورۂ قمر کا احاطہ کرلیتا ہے حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ قرآن پاک میں کبھی ایک آیت کبھی چند آیتیں کبھی پوری

سورہ اتری، کبھی ایک ایک سورہ چند سالوں میں متفرق طور سے نازل ہوکر پوری ہوتی تھی، اور آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ

اس آیت کو فلاں مقام پر رکھو اس لیے جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ یہ آیت مذکورہ تنہا نہیں بلکہ پوری سورۂ قمر ایک ساتھ اتری اس وقت تک دلیل تمام نہیں ہو سکتی، اگر پوری سورہ ایک ساتھ اتری تو حضرت عائشہؓ سورۂ قمر کا حوالہ دینے کے بجائے، اخیر کی ایک تنہا آیت کا حوالہ کیوں دیتیں،

سب کو معلوم ہے کہ سورہ مائدہ کی آیت الیوم اکملت لکم دینکم سنہ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع میں اتری۔ اور سورۂ مائدہ کی بہت سی آیتیں اس سے برسوں پہلے سنہ ۶ھ میں اتریں جیسے تیمم کا حکم وغیرہ، جانوروں کی حلت و حرمت کے احکام جو اس میں ہیں وہ غالباً اس کے دو برس بعد خیبر کے زمانہ کی ہیں، سورۂ بقرہ کی اخیری آیتیں معراج میں مکہ میں عنایت ہوئیں مگر باقی سورہ بقرہ مدینہ میں پوری ہوئی، اسی طرح یہ سب جانتے ہیں کہ اقرأ باسم ربک کی چند ابتدائی آیتیں، اولین وحی ہیں مگر آخر سورہ میں نماز سے روکنے کا واقعہ بہت بعد کا ہے، وہ آیت جسکو سورۂ نجم کے قصہ کے تعلق سے ان باطل روایتوں میں نقل کیا گیا، اذا تمنیٰ القی الشیطان فی امنیتہ سورۂ حج میں ہے، اس لیے اس کا نزول سنہ ۵ نبوی میں ہوگا، لیکن قتال کی اجازت کی پہلی آیت اذن للذین بھی اسی میں ہے جو ہجرت کے بعد بدر سے پہلے نازل ہوئی، پھر اس میں حج ابراہیمی کا ذکر ہے وہ اس کے بھی بعد کا واقعہ ہوگا، اور اکثر آیتیں اس کی مدنی ہیں، خود قمر اور نجم کی بعض آیتیں مدنی کہی جاتی ہیں، دیکھیے روح المعانی، اسی طرح اور بھی بہت سی آیتوں کا حال تقریباً اور یقینی طور سے معلوم ہے، اس لیے ایک آیت سے پوری سورہ کا قیاس کرنا کسی طرح صحیح نہیں

نیز یہ بھی ضروری نہیں کہ دو متناسب سورتیں ایک ہی ساتھ یا ایک ہی زمانہ میں نازل ہوں، سورۂ نساء اور سورۂ طلاق بہت متناسب ہیں، مگر ان کے نزول میں برسوں کا فرق ہے، اور سورتوں کا بھی یہی حال ہے، سورۂ انفال اور برأت میں اتنا اتصال اور مناسبت ہے، کہ حضرت عثمانؓ نے بیچ میں فصل کی بسم اللہ بھی نہیں لکھی، مگر ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ انفال کا زیادہ تر تعلق غزوۂ بدر سے ہے، جو سنہ ۲ھ کا واقعہ ہے، اور سورہ برأت کا فتح مکہ کے بعد سے جو سنہ ۹ھ کا واقعہ ہے،

سورۂ نجم کے نزول کی قطعی تاریخ سنہ ۵ نبوی بتانا بھی صحیح نہیں، آپ یہ زمانہ اس لیے قطعی سمجھتے ہیں کہ یہی وہ سورہ ہے جس کو رمضان سنہ ۵ نبوی میں تلاوت کرتے وقت آپ نے یا شیطان نے نعوذ باللہ بتوں کی تعریف تلک الغرانیق کی ملا دی تھی، اور جب آپ نے مع مسلمانوں اور مشرکوں کے سجدہ کر لیا تھا، اور یہ سنکر مہاجرین حبش نے جنھوں نے رجب سنہ ۵ نبوی میں ہجرت کی

شوال سنہ ۵ نبوی میں حبشہ سے واپس چلے آئے اس لیے یہ سورہ سنہ ۵ نبوی میں اتری، لیکن تمام ناقدین حدیث جانتے ہیں کہ یہ قصہ تمامتر لغو ہے، سورۂ نجم کی تلاوت اور تمام کفار کے سجدہ کرنے کا ذکر بلا وقت کی تعیین کے اور بغیر اس کے کہ اسمیں تلک الغرانیق والا ٹکڑا ہو، اور بغیر اس کے کہ یہ واقعہ مہاجرین حبش کی واپسی کا غلط سبب بنے احادیث صحیح میں مذکور ہے مگر اس سے آپ کے استدلال کو کوئی تعلق نہیں، تعلق اسی وقت ہوگا کہ جب اس لغو حصہ کی شمولیت ہو، اور یہ صحیح نہیں، بلکہ اگر چند آیتیں سے پوری پوری سورہ پر حکم لگایا جا سکتا ہے، تو میں کہتا ہوں کہ سورۂ نجم کا سنہ ۵ نبوی میں نازل ہونا اور حضور کا پوری سورہ اس وقت قرأت کرنا ناممکن ہے، کیونکہ اس سورہ کی ابتدا میں معراج کے روحانی مناظر و مشاہد کا ذکر ہے، اور معراج کی تاریخیں سنہ ۱۱ نبوی یا سنہ ۱۲ نبوی ہیں، اس لیے کیونکر ممکن ہے کہ سنہ ۵ نبوی میں یہ سورہ پوری اتری ہو اور تلاوت کی گئی ہو

دوم۔ اب دوسری دلیل ملاحظہ طلب ہے، اور وہ یہ ہے کہ:۔

"یہ آیت سورۂ قمر کی ہے، اور سورۂ قمر میں شق القمر کے معجزہ کا ذکر ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ معجزہ ابتدائی زمانہ کا ہے کیونکہ بعد میں کفار کی مخالفت آنحضرت صلعم سے اس قدر سخت ہو گئی کہ انھوں نے آپ کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا، اور یہ واقعہ (یعنی شعب ابی طالب میں محصور ہونا) سنہ ۷ نبوی کا واقعہ ہے"

اول تو اس قیاس و استنباط پر بھی وہی اعتراض ہے کہ ایک آیت سے پوری سورہ کا قیاس کرنا اور پورے سورہ کے نزول کو متعین کرنا مشتبہ اور مشکوک اور غیر یقینی ہے، پھر معجزۂ شق القمر کے وقوع کے زمانہ کو اس لیے ابتدائی بتانا کہ سنہ ۷ نبوی سے آپ شعب ابی طالب میں چلے گئے (محصور صحیح نہیں کہ آنا جانا، نکلنا، بند نہیں تھا، تعلقات اور خرید و فروخت کی بندش تھی) کیا آپ شعب ابی طالب میں یا اس سے نکلنے کے بعد سنہ ۹ نبوی سے لیکر سنہ ۱۳ نبوی تک اس معجزہ کو نہیں دکھا سکتے تھے، پھر کیا لازم ہے کہ اگر آپ یہ معجزہ دکھا سکتے تو سنہ ۷ نبوی یا سنہ ۱۳ نبوی ہی تک دکھا سکتے تھے، کوئی اور دلیل اس کی ہو، مگر یہ تو کوئی دلیل نہیں ہے،

علاوہ ازیں ایک دو نہیں بکثرت محدثین، اور علماء سیر نے شق القمر کے معجزہ کی تاریخ سنہ ۵ قبل ہجرت متعین کی یعنی سنہ ۸ نبوی، (دیکھو فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۴۶ قسطلانی جلد ۶ صفحہ ۲۰۲، سیرۃ حلبی جلد ۲ صفحہ ۴۰۲، زرقانی بر مواہب جلد ۵

صفحہ ۱۲، تاریخ خمیس دیار بکری جلد اول صفحہ ۲۹۸، شاید غالباً ہمارے مجیب کو سنہ نبوی اور سنہ قبل ہجرت کے اف

تسامح اور تشابہ ہوگیا، حالانکہ ان دونوں میں چھ برس کے قریب کا فرق ہے، ان تصریحات کی بنا پر سورۂ قمر کا ز

کم از کم سنہ نبوی کا واقعہ ہونا چاہئے، جب حضرت عائشہؓ کی عمر کا پانچواں سال ختم یا چھٹا سال شروع ہوگا، اس

عمر میں کھیل کے وقت ایک اور صرف ایک آیت کا کان پڑ کر یاد رہ جانا کوئی بڑی بات نہیں ہے، اور خصوصاً ایک ذ

ذہین، اور قوی الحافظہ لڑکی کے لیے، اس لیے اس دلیل سے بھی اس سورہ کے بلکہ صحیح یوں کہنا چاہیے کہ اس ایک

کے نزول کا وقت سنہ نبوی یا سنہ نبوی ٹھہرانا، بے ثبوت ہے،

عرب میں نکاح صغیر کا رواج

مولوی صاحب کا آخری استدلال یہ ہے کہ آنحضرت صلعم سے نکاح سے پہلے، حضرت عائشہؓ جبیر بن مطعم سے منسوب تھ

"عرب میں چار پانچ سال کی لڑکیوں کی نسبت یا نکاح کا رواج نہ تھا، اور اس وقت حضرت عائشہؓ کی نسبت کا پہلے

ہو چکنا بتاتا ہے کہ ان کی عمر اس وقت ایسی تھی کہ جب لڑکیوں کی نسبت یا نکاح کا عام طور پر خیال ہوتا ہے، یہ بھی

ایک شہادت اس امر پر ہے کہ بوقت نکاح حضرت عائشہؓ کی عمر چھ سال سے زیادہ تھی"،

عرض یہ ہے کہ عرب میں نہ صرف کمسن بچیوں کے پیام و نسبت کا رواج تھا بلکہ شیر خوار بچیوں کے نکاح کا بھی، بلکہ

اندر جو اولاد ہو اس کے نکاح کا وعدہ بھی، ملاحظہ ہو سنن ابی داؤد، کتاب النکاح باب فی تزویج من لم یولد کہ جاہلیت میں

بچہ کا بھی پیام ہو جاتا تھا، عرب میں کم سن لڑکیوں کے نکاح کے عدم رواج سے مطلب اگر زمانۂ جاہلیت ہے، تو یہ تو ہر شخص کو معلوم

زمانۂ جاہلیت کے واقعات محفوظ نہیں، جو اس عہد کے عرب کے متعلق آپ نفیاً یا اثباتاً کچھ کہہ سکیں، پھر معلوم نہیں کہ عدم رواج ک

اس عہد کے متعلق کس دلیل پر مبنی ہے، اور اگر اسلام کے زمانہ کا عرب مراد ہے تو حضرت عائشہؓ کے علاوہ کمسن لڑکیوں کے نکاح

متعدد مثالیں ملتی ہیں، جنکی تفصیل مولوی ریاست علی صاحب ندوی نے ایک مضمون میں لکھکر پیغام صلح کے پاس بھیجی ہے

وہ اب تک کسی وجہ سے شائع نہ کر سکا، اس کی دو مثالیں آپکے سامنے پیش ہیں،

۱۔ حضرت قدامہ بن مظعونؓ صحابی نے حضرت زبیرؓ کی نو مولود لڑکی سے اسی دن نکاح پڑھایا جس دن وہ پیدا ہوئی

(مرقاۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی جلد ۳ صفحہ ۷۱)

۲۔ خود آنحضرت صلعم نے حضرت ام سلمہؓ کے کمسن لڑکے سلمہ کا نکاح حضرت حمزہؓ شہید احد کی نابالغ لڑکی سے کیا۔ (احکام القرآن حنفی جلد ۲ صفحہ ۵۵)

۳۔ خود مولوی صاحب نے اس حد تک تسلیم کیا کہ حضرت عائشہؓ گیارہ برس کے سن میں بیاہی گئیں،

۴۔ انھیں دو پر موقوف نہیں بلکہ

وتزویج غیر واحد من الصحابۃ ابنتہ الصغیر اور ایک سے زائد صحابہؓ نے اپنی نابالغ لڑکیوں کا نکاح کیا،

(ترکمانی علی البیہقی ج ۱ ص ۶۷، ۹۶)

۵۔ بالاتفاق بلا اختلاف تمام صحابہؓ، تمام تابعینؒ اور تمام ائمہ مجتہدین، کے نزدیک باپ کو اختیار ہے کہ وہ اپنی نابالغ

لڑکی کا نکاح کر دے، ایسے اجماعی مسئلہ کا انکار میں نہیں جانتا کہ اس کو کیا کہوں؟

خلاصۂ بحث

میرا دعویٰ یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ معتبر ترین، مستند ترین، اور ایک دو کے سوا تمام متفقہ روایتوں کے مطابق چھ برس کے

سن میں بیاہی گئیں، اور متفقاً بلا اختلاف نو برس کے سن میں آنحضرت صلعم کے حجرہ میں آئیں، اور تمام واقعات و سنین کی تطبیق کی

بنا پر وہ سنہ نبوی کے آخر میں پیدا ہوئیں، شوال سنہ نبوی میں بیاہی گئیں، اور شوال سنہ میں رخصت ہو کر آئیں،

مولانا محمد علی صاحب نے اپنے پہلے مضمون میں جو جولائی سنہ میں پیغام صلح میں شائع ہوا تھا، لکھا تھا کہ معتبر احادیث سے معلوم ہوتا

ہے کہ آپ (حضرت عائشہؓ) اپنی بڑی بہن حضرت اسماءؓ سے دس برس چھوٹی تھیں:... اس لحاظ سے حضرت عائشہؓ کی عمر اس وقت جب

آنحضرت صلعم نے ہجرت سے ایک سال قبل ان سے شادی کی سولہ سال تھی"

میں نے جولائی سنہ کے معارف میں مولانا محمد علی کو ٹوکا اور متعدد سوالات کیے اور دریافت کیا، کیا ان معتبر احادیث میں

سے کوئی ایک حدیث بھی ایسی پیش کر سکتے ہیں، جن سے ثابت ہو کہ:-

۱- وہ اپنی بہن حضرت اسماءؓ سے دس برس چھوٹی تھیں،

۲- ہجرت سے ایک سال پہلے حضرت عائشہؓ کی شادی ہوئی تھی،

۳۔ اور ہجرت سے ایک سال پہلے وہ سولہ برس کی تھیں (اور رخصتی کے وقت ۱۸ برس کی)

چار مہینوں کے بعد احباب کے بڑے اصرار پر ۲۷ر نومبر کے پیغام صلح میں مولانا محمد علی صاحب نے جو جوابی مضمون

اس میں اپنے پہلے دعووں سے منکر ہو کر اولاً یہ تصریحات کیں کہ:۔

۱۔ ایسی کوئی حدیث ان کو نہیں ملی جس سے یہ کہ حضرت عائشہؓ اپنی بڑی بہن حضرت اسماءؓ سے دس برس چھوٹی تھیں

۲۔ یہ بھی تسلیم ہے کہ ہجرت سے ایک برس پہلے حضرت عائشہؓ کا نکاح ہونا غلطی سے لکھا گیا،

۳۔ نکاح کے وقت ان کا سولہ برس کا ہونا صحیح نہیں،

مگر ان بچی اور صریح تصریحات کے ساتھ اب یہ نئے دعوے کئے ہیں،

۱۔ حضرت عائشہؓ سے اپنی عمر کے بیان میں غلطی ہوئی ہے،

۲۔ نکاح کے وقت (سنہ نبوی) میں وہ گیارہ سال سے کم نہ تھیں،

۳۔ اور سنہ ھ میں رخصتی کے وقت سولہ سال سے کم کی نہ تھیں،

انصاف کیجئے کہ ایک حضرت عائشہؓ سے غلطی ہوئی کہ تمام محدثین و مورخین، اور رواۃ سے یکساں غلطی ہوئی، پھر کسی ایسے شخص

سے جیسی کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ تھیں جن کا حافظہ اپنی قوت میں ممتاز و مستثنیٰ تھا، خود اپنی عمر کے متعلق ایسی غلطی ہونا کہ وہ اپنی گیارہ

برس کی عمر کو چھ برس کی، اور سولہ برس کی عمر کو نو برس کی، اور اپنی پچیس برس کی بیوگی کو اٹھارہ برس کی عمر کی بیوگی کہہ دیں عجوبۂ روزگار

حضرت عائشہؓ جس وقت رخصت ہو کر میکے لائی جاتی ہیں تو وہ جھولے پر سے اور کھیل سے اٹھا کر لائی جاتی ہیں، ان کی ماں ان کا منہ

دھو دیتی ہیں، بال برابر کر دیتی ہیں، چھوٹی سہیلیاں ساتھ ہوتی ہیں، یہاں آ کر بھی گڑیوں کے کھیلنے کا شوق باقی رہتا ہے، اور یہ تمام واقعات احادیث

میں بالتفصیل مذکور ہیں، سوال یہ ہے کہ آیا یہ ایک نو برس کی کمسن لڑکی کا حلیہ ہے یا سولہ برس کی پوری جوان عورت کا (دیکھو مسند طیالسی ص ...)

افک کا واقعہ سنہ ھ کا ہے، اس وقت جمہور محدثین و مورخین کے نزدیک وہ بارہ یا تیرہ برس کی تھیں، اور مولانا محمد علی کے حساب سے

۱۹ برس کی ہوں گی، واقعہ افک کے بیان میں (بخاری) ان کی لونڈی بریرہ اور وہ خود اپنی نسبت دو جگہ جاریۃ حدیثۃ السن

کمسن چھوکری کہتی ہیں، عربی جاننے والوں سے سوال ہے کہ جاریۃ حدیثۃ السن کا مصداق بارہ تیرہ برس کی لڑکی ہوگی، یا انیس

برس کی عورت، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں وانا جاریۃ حدیثۃ السن لم اقرء کثیرا من القرآن، (بخاری) "میں کمسن چھوکری

تھی زیادہ قرآن نہیں پڑھی تھی" یہ عذر بارہ ۱۲ تیرہ ۱۳ برس کی لڑکی کی زبان سے درست ہوگا یا ۱۹ برس کی عورت کی زبان سے،

آخر میں میں حضرت عائشہؓ کی زبان سے ان کی رخصتی کا پورا منظر سنا کر اس بحث کو ختم کرتا ہوں، فرماتی ہیں، جیسا کہ صحیح بخاری

(باب ...) صحیح مسلم کتاب النکاح و سنن دارمی (ص ۲۹۳) میں ہے،

"مجھ سے رسول اللہ صلعم نے جب نکاح کیا تو میں چھ برس کی تھی، پھر ہم مدینہ آئے، تو بنی حارث کے محلہ میں اترے، پھر

میں بیمار پڑ گئی، تو میرے سر کے بال گر گئے، ایک چوٹی سی رہ گئی، تو میری ماں ام رومان آئیں اور میں جھولے پر تھی اور میرے

ساتھ میری سہیلیاں تھیں، تو میری ماں نے مجھے چلا کر بلایا تو میں آئی، اور مجھے خبر نہیں کہ وہ کیا چاہتی ہیں، تو میرا ہاتھ پکڑا

اور دروازہ پر کھڑا کیا، اور میری سانس پھول رہی تھی (شاید کھیل کے دوڑ دھوپ سے) یہاں تک کہ کچھ سانس درست ہوئی،

پھر تھوڑا پانی لیکر میرا منھ اور سر دھویا، پھر کمرہ کے اندر لے گئیں، تو وہاں دیکھا کہ ایک کمرہ میں انصار کی چند عورتیں ہیں،

انھوں نے مبارکباد دی، میری ماں نے مجھے ان کے سپرد کر دیا، انھوں نے کچھ میری حالت درست کی تو رسول اللہ صلعم

کی تشریف آوری سے حیرت ہوئی، تو انھوں نے مجھے آپ کے سپرد کیا، اور میں اس وقت نو برس کی تھی"

کیا یہ حلیہ، یہ منظر، یہ حالت ایک سولہ برس کی لڑکی کا ہے، یا نو برس کی؟ پھر جو عورت اپنی رخصتی کے اتنے جزئیات یاد رکھے

وہ اپنی عمر ہی بھول جائے گی، اور بلا تذبذب اور بلا شک و شبہہ ہر وقت اور ہر شخص سے اپنی رخصتی کے وقت نو برس کی عمر بتانے

میں غلطی کرے گی، ان ھذا لعجاب،

حضرت عائشہؓ کے لیے نو برس کے سن میں رخصتی ہونا اتنا یقینی ہے کہ وہ نو برس کے سن کو ایک عرب لڑکی کے بلوغ کا

زمانہ متعین کر دیتی ہیں، فرماتی ہیں اذا بلغت الجاریۃ تسع سنین فھی امرءۃ "جب لڑکی نو برس کو پہنچ گئی تو وہ

عورت ہے"، (دیکھو ترمذی کتاب النکاح)

کیا ان تفصیلات کے بعد بھی یہ کہا جائے گا کہ وہ نکاح کے وقت بارہ ۱۲ تیرہ ۱۳ یا سولہ ۱۶ سترہ ۱۷ برس کی تھیں،

وما علینا الا البلاغ،

خطبۂ صدارت

شعبۂ اردو آل انڈیا اورنٹیل کانفرنس لاہور

(۲)

از جناب نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمان خان صاحب شروانی

موجودہ ادبی اور علمی ادارات

اب تک ہم نے جو کچھ لکھا اس کا تعلق اردو کے دور ماضی سے تھا، اس حصہ مین ہم بعض دور حاضرہ کے اہم بانی اردو کے کارنامون پر روشنی ڈالنی چاہتے ہین،

۱- دار المصنفین اعظم گڈھ زمانۂ حال مین متین تعلیمی اور علمی اردو ادب کی اشاعت کی جو کوششین ہو رہی ہین ان مین یہ مجلس ممتاز شان رکھتی ہے، یہ مجلس علامہ شبلی مرحوم کے خیال کی تعمیل ہے، علامہ مرحوم کے انتقال کے بعد ان کے خاص تلامذہ اور احباب نے ۱۹۱۵ء مین اس کی بنیاد ڈالی، خود علامہ مرحوم نے گوشہ نشین اعظم گڈھ کو اس مجلس کا مقام تجویز کرکے اپنے دو بنگلے وقف کر دیئے تھے، دار المصنفین ایک مجلس کے تحت انتظام ہے، جس کے ارکان ملک کے ایسے علم دوست افراد ہین جن کو علم کا صحیح ذوق ہے، نواب عماد الملک بلگرامی مرحوم اپنے حیات تک صدر نشین رہے، مولوی سید سلیمان صاحب ندوی ناظم ہین، اور مولوی مسعود علی صاحب مہتمم، یہ کہنا بیجا نہ ہوگا، کہ یہی دونون روح روان ہین عربی اردو انگریزی کتابون کا وسیع کتبخانہ ہے، پریس ہے، اور ان سب ضرورتون کے واسطے دار المصنفین کی خود اپنی پختہ عمارتین ہین، اب تک جو کتابین شایع ہوئی ہین ان کی تعداد تیس سے زیادہ ہے، اور باعتبار تقسیم علوم سیرۃ، فلسفہ، تاریخ علوم، تاریخ و آثار، اور ادبیات کی ہین، معارف نامی رسالہ ماہوار شایع ہوتا ہے، جو باعتبار خوبی مضامین

کے بہترین رسالون مین شمار ہو سکتا ہے، اور جس نے علمی مضامین کا باوقار رسالہ اردو مین پیش کیا ہے، آمدنی کا بڑا حصہ مستقل ہے، گذشتہ سال باون ہزار سے زائد کی آمدنی تھی، رفقاء کی دو قسمین ہین، ایک وہ جو خود اعظم گڈھ مین قیام کرکے تصنیف و تالیف مین مہارت حاصل کرتے ہین، ان کے قیام کے واسطے دار المصنفین کی عمارت مین مکانات مہیا ہین، دوسرے وہ علماء ہین جو باہر رہکر اپنی تصانیف سے دار المصنفین کو فیض یاب فرماتے رہتے ہین، بے مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ ملک کے بعض بہترین دماغ اس علمی مجلس مین کارفرما ہین،

۲- انجمن ترقی اردو، اس انجمن کا اصلی مقصد یہ ہے کہ زبان اردو کو مشرقی و مغربی علوم و فنون سے بذریعہ ترجمہ و تالیف مالامال کیا جائے"، یہ انجمن بھی ایک باضابطہ مجلس کے زیر نگرانی کام کر رہی ہے، جس کے صدر سر سید کے نامور پوتے نواب مسعود جنگ بہادر ہین، ارکان مین ڈاکٹر سر تیج بہادر سپرو جیسے ادب دوست بھی شامل ہین، ۱۹۰۳ء مین قائم ہوئی، سب سے پہلے سکریٹری علامہ شبلی مرحوم تھے، اب ملک کے مشہور محقق ادیب مولوی عبد الحق صاحب ہین، چند روز مولوی عزیز مرزا مرحوم نے بھی اس خدمت کا سرانجام کیا تھا، ۱۹۱۳ء سے اورنگ آباد (ریاست حیدر آباد) اس مجلس کا مستقر ہے، اس وقت تک حسب ذیل علوم و فنون کی کتابین انجمن شایع کر چکی ہے، :۔

(۱)	شعر و سخن	۸	(۲)	قواعد و زبان و لغت	۷
(۳)	تعلیم و تربیت	۴	(۴)	تاریخ و سیر	۱۰
(۵)	سائنس	۷	(۶)	فلسفہ	۲

اقتصادیات ایک، مذہب ایک، جملہ ۴۴، اس وقت انجمن علاوہ اور تالیفات کے ان متعدد لغتون کی تیاری مین مصروف ہے،

(الف) انگریزی سے اردو، یہ مبسوط اور مکمل لغت ہوگی، اس کی تیاری مین مختلف انگریزی لغات سے مدد لی گئی ہے، تکمیل ہو چکی، طباعت کا اہتمام ہو رہا ہے،

(ب) پیشہ ورون کے اصطلاحات کی لغت، یہ بھی تیار ہے، صرف تصویرون اور نقشون کی تکمیل باقی ہے،

(ج) لغت زبان اردو،

(۷) لغتِ زبان دکنی،

کتابون کے علاوہ وہ سہ ماہی رسالے بھی شائع کرتی ہے،

اول اردو، جو بہترین اردو ادبی رسالہ کہا جا سکتا ہے، جس کے مضامین نے اردو ادب کا پایہ بہت بلند کر دیا ہے،

دوم سائنس، اس مین خالص سائنس کے مضامین ہوتے ہین، مقصد یہ ہے کہ سائنس کے مقاصد و خیالات اردو دان پبلک مین مقبول بنائے جائین، انجمن ملک کے اردو کتاب خانون کی کتابون سے مدد کرتی ہے، انجمن کی شاخین (یعنی کتب خانے) سارے ملک مین قائم ہین، جن کی تعداد اس وقت ۷۶ ہے،

۳۔ جامعۂ عثمانیہ (عثمانیہ یونیورسٹی)، عام طور پر یہ خیال ہے، اردو زبان مین صرف شعر و شاعری کا ذخیرہ متقدمین کی کوشش سے جمع ہوا، علوم و فنون کے سرمایہ کی طرف توجہ نہین کی گئی، مگر یہ خیال قلتِ معلومات پر مبنی معلوم ہوتا ہے، واقعہ یہ ہے کہ قریباً ایک صدی سے اردو کو سائنس کے سرمایہ سے بامایہ بنانے کی کوششین جاری رہی ہین، جہان تک ہم کو معلوم ہے سب سے اول نمایان کوشش حیدرآباد دکن کے مشہور امیر کبیر نواب شمس الامراء فخر الدین خان بہادر نے کی؛ نواب صاحب ممدوح نے ۱۲۵۵ھ (مطابق ۱۸۳۹ء مین یعنی آج سے تقریباً سو برس پہلے) سائنس کی انگریزی کتابون کا اردو مین ترجمہ کرایا، ان مین سے ایک مجموعے کا نام (شمس الامراء کی مناسبت سے) ستۂ شمسیہ ہے، یہ چھ رسالے حسب ذیل علوم کے ہین :- (۱) جر ثقیل، (۲) ہیئت، (۳) علم آب، (۴) علم ہوا، (۵) علم انظار، (۶) علم برق گیالوی نزم و مقناطیس، ان رسالون کے ترجمہ کی کیفیت خود نواب صاحب کے الفاظ مین سننے کے قابل ہے :-

"حمد و نعت کے بعد بندۂ نیاز مند درگاہِ ایزدی کا فخر الدین خان المخاطب بہ شمس الامراء اس طور پر گزارش رکھتا ہے کہ اکثر اوقات کتابین چھوٹی بڑی علوم فلاسفہ کی جو زبانِ فرنگ مین مرقوم ہین بسبب میلانِ طبیعت کے کہ بہت اس طرف شوق رکھتا تھا میری سماعت مین آئین، اس جہت سے چند مسائل اُن کے از بر تھے اور اگرچہ بعضے علوم فلاسفہ زبانِ عرب و عجم مین بھی مشہور رہین، چنانچہ علم جر ثقیل، اور علم انظار وغیرہ

مگر اس قدر نہین ہین کہ جیسا اب اہلِ فرنگ نے ان کو دلائل اور براہین سے بدرجۂ کمال اثبات کیا ہے، بلکہ بعض علوم اہلِ فرنگ مین ایسے رواج پائے ہین کہ ان کا نام بھی یہان کے لوگون نے نہین سنا، چنانچہ علم آب اور ہوا اور برق اور مقناطیس اور کیمسٹری وغیرہ اس واسطے مدت سے ارادہ تھا کہ مبتدیون کے فائدے کے لئے کوئی کتاب مختصر جامع چند علوم کی زبانِ فرنگ سے ایسی ترجمہ کی جائے کہ فرصتِ قلیل مین اس کی معلومات سے طالبون کو کچھ کچھ فائدہ میسر ہووے، کس واسطے کہ اگر بڑی بڑی کتابون کا ترجمہ ہوگا تو طالبون کے ذہن پر اس کے مطالعہ کا بار ہوگا...... چنانچہ ان دنون مین بموجب مدعا چند رسالے مختصر علوم فلاسفہ کے بطریق سوال و جواب کے لکھے ہوئے ریوے رانٹ چارلس صاحب کے انگریزی زبان مین جو ۱۸۱۹ء مین بیچ شہر لندن کے چھاپے گئے تھے، بہم پہونچے........ میر امان علی دہلوی اور غلام محی الدین حیدرآبادی اور مسٹر جونس اور موسی تند دسی کو جو ملازمانِ سرکار ہین، حکم کرتے ہین آیا کہ اس علوم مذکور کو زبان انگریزی سے اردو زبان مین ہمارے روبرو ترجمہ کرین، چنانچہ بفضل حق سبحانہ تعالیٰ کے یہ چھ رسالے ترجمہ ہوئے، مگر بعضے اسماء انگریزی اصطلاح کے جو زبان عربی اور فارسی مین نہ میسر ہوئے اُن کو اسی زبان اصلی پر بحال رکھنے مین آیا"..........

یہ رسالے ۱۲۵۶ھ مین سرکار شمس الامراء کے چھاپہ خانہ مین ٹائپ مین چھپے ہین، منجملہ ستۂ شمسیہ کے دوسرا پانچوان اور چھٹا رسالہ میرے پاس بھی ہے، اشکال اور نقشون سے معلوم ہوتا ہے، کہ بہت اہتمام اور صحت کے ساتھ مثل انگریزی نقشون کے چھاپے گئے ہین، ایک دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ ان رسالون کا طرزِ املا بجنسہ وہی ہے جو آج کل رائج ہوا ہے، اور جس کو پنجاب سے منسوب کرتے ہین، یائے معروف اور یائے مجہول اور اظہارِ نون اور اخفائے نون کا املا ٹھیک آج کل کے قاعدے کے بموجب ہے، نیز نامون پر اور خاص خاص الفاظ پر خط بھی کھنچا ہوا ہے، شمس الامراء بہادر نے صرف ترجمہ اور اشاعت پر ہی اکتفا نہین کی بلکہ ان کی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ بھی جاری کیا جس کا نام مدرسۂ فخریہ تھا جس کے مٹے ہوئے نشان اب تک باقی ہین،

ایک مکمل نسخہ ستۂ شمسیہ کا میرے یہان مطبع اسلامیہ مدراس کا چھپا ہوا ہے، جو ۱۲۶۳ھ مطابق ۱۸۴۶ء مین شایع ہوا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسالے پبلک مین مقبول بھی ہوئے،

اس کے علاوہ اور بھی شخصی کوششین سائنس کو زبان اردو مین لانے کی ہوتی رہین، چنانچہ ڈاسی اپنے لکچر (مرقومہ ۱۸۶۷ء) مین لکھتا ہے، "ہندوستانی زبان کی ان کتابون مین سے جو حال مین شایع ہوئی ہین، بہت سی سائنس جغرافیہ، قانون اور دوسرے علوم پر ہین" دہلی کالج نے بھی علمی تراجم کی خدمت انجام دی تھی،

اسی سلسلے مین سر سید احمد خان مرحوم و مغفور نے ایک منظم اور باقاعدہ کوشش سنٹفک سوسائٹی قایم کر کے فرمائی، یہ سوسیٹی بمقام غازی پور ۱۸۶۳ء مین قائم ہوئی، "ڈیوک آف آرگائل وزیر ہند اس کے مربی (پیٹرن) تھے اور ممالک مغربی و شمالی اور پنجاب کے لفٹنٹ گورنر نائب مربی، اور دور دراز صوبون کے بہت سے رئیس اور ذی عزت ہندو مسلمان ارکان" "اس سوسیٹی نے قریب چالیس کے چھوٹی بڑی علمی اور تاریخی کتابین انگریزی سے اردو مین ترجمہ کرائین (حیات جاوید حصۂ دوم ص ۲۶) مگر یہ تمام کوششین نورِ علم کے پھیلانے مین وہی مرتبہ رکھتی ہین جو سورج نکلنے سے پہلے روشنی کا ہوتا ہے، ابھی طلوعِ آفتاب کا انتظار تھا جو عثمانیہ یونیورسٹی کی شکل مین طالع ہوا۔

جامعۂ عثمانیہ اس عہد کا ایسا شاندار اور نتیجہ آفرین کارنامہ ہے جس نے علاوہ علوم و فنون کی حقیقی خدمت کے زبان اردو کو اس قابل بنا دیا ہے کہ علمی زبانون کی مجلس مین شامل ہو سکے،

اس یونیورسٹی کے قیام کا مقصد حضور نظام کے فرمانِ مبارک مصدرہ ۴ رجب المرجب ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۶ اپریل ۱۹۱۷ء مین حسب ذیل درج ہے:۔

"ممالک محروسہ کے لئے ایک ایسی یونیورسٹی قائم کی جائے جس مین جدید و قدیم مشرقی و مغربی علوم و فنون کا امتزاج اس طور سے کیا جائے کہ موجودہ نظام تعلیم کے نقائص دور ہو کر جسمی، دماغی و روحانی تعلیم کے قدیم و جدید طریقون کی خوبیون سے پورا فائدہ حاصل ہو سکے، اور جس مین علم پھیلانے کی کوشش کے ساتھ ساتھ ایک طرف طلبار کے اخلاق کی درستی کی نگرانی ہو، اور دوسری طرف تمام علمی شعبون مین اعلیٰ درجہ

کی تحقیق کا کام بھی جاری رہے، اس یونیورسٹی کا اصل اصول یہ ہونا چاہئے کہ اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ ہماری زبان اردو قرار دیا جائے، مگر انگریزی زبان کی تعلیم بھی بحیثیت ایک زبان کے ہر طالب علم پر لازمی گردانی جائے"

"غور و خوض کے بعد اس فرمان واجب الاذعان کی تعمیل مین محکمہ تعلیمات سرکار عالی نے فوراً جامعہ کی عملی تجویز کو عمل مین لانے کے لئے ابتدائی کام شروع کیا، اور اس کے شعبۂ فنون و دینیات کی نصاب پر غور کرنے کے لئے کمیٹیان قائم کی گئین، اور ان کمیٹیون نے نصابون کے جو مسودے تیار کئے وہ انگلستان اور ہندوستان کے تعلیمی حلقون مین گشت کرائے گئے، اور ترقی خواہانِ جامعہ کو اس امر کے علم سے اطمینان ہوا کہ تعلیم کے متعلق جن نتائج پر وہ پہونچے تھے، ان کو تعلیم کے سربرآوردہ ماہرون نے کم و بیش پسند کیا"

"جامعہ کا یہ پہلا تعمیری کام تھا کہ ایک شعبۂ تالیف و تراجم قایم ہوا جس مین اولاً آٹھ قابل مترجمون کا تقرر عمل مین آیا، اور یہ کام ملک کے ایک مشہور ادیب اور مصنف کی نگرانی مین دیا گیا"

بہت صبر آزما کام وضعِ اصطلاحات کا تھا، اس پر جان فشان مباحث ہوئے: اس مشکل کو حل کرنے کے لئے مختلف علوم کے ماہر علمار کی ایک کمیٹی شعبۂ ہذا کے ساتھ ہے، جو وضعِ اصطلاحات کی خدمت انجام دے رہی ہے،

مہر شہریور ۱۳۲۸ف م اگست ۱۹۱۹ء مین "کلیہ جامع عثمانیہ" (عثمانیہ یونیورسٹی کالج) کا افتتاح ہوا، پہلا امتحان انٹرمیڈیٹ کا ۱۹۲۱ء مین، اور بی اے کا ۱۹۲۳ء مین ہوا، اب یونیورسٹی ایم اے تک تعلیم دے رہی ہے، شعبۂ فنون مین حسب ذیل فنون کی تعلیم جامعہ عثمانیہ مین بزبان اردو ہو رہی ہے:۔ تاریخ (مشرقی و مغربی قدیم و جدید) فلسفہ، معاشیات، ریاضیات (نظری و عملی) طبعیات، کیمیا، قانون، نباتات، حیاتیات، انجنیری، طب (ڈاکٹری) ممتحن باہر کے علمار بھی ہوتے ہین، ان علمار کی جو رپورٹین نتائجِ امتحان کی بابت موصول ہوتی ہین، ان مین تسلیم کیا گیا ہے کہ طلبار نے خوب سمجھ کر پڑھا، اور ان کے جوابون سے خیالات کی جدت اور تازگی ظاہر ہوتی ہے، متعدد انٹرمیڈیٹ کالج اس یونیورسٹی سے ملحق ہو چکے ہین، جنمین ایک زنانہ بھی ہے، مستقل عمارت کے لئے چودہ سو ایکڑ زمین حاصل ہو چکی ہے، ایک کرور روپیہ مصارف کے لئے منظور فرمایا گیا ہے، سالانہ مصارف دس لاکھ روپیہ سے زائد ہین،

دار الترجمہ نے اب تک ایک سو گیارہ کتابین حسب ذیل علوم کی شایع کی ہین:۔

(انگریزی سے ترجمہ ہوئین) فلسفہ ۹، قانون ۴، سائنس ۲۴، ریاضی ۱۵، معاشیات ۲، تاریخ ۴۵،

جغرافیہ ۲، جملہ ۱۰۱،

(عربی سے ترجمہ ہوئین) فلسفہ ۱، تاریخ ۴، جملہ ۵

(فارسی سے ترجمہ ہوئین) تاریخ ۵،

ستر کتابین ترجمہ ہونے کے بعد بعض زیر نظر ثانی ہین یا طبع ہو رہی ہین، ان مین ۵ ڈاکٹری کی ہین، اور ۹ انجنیری کی، ۶۵ کتابین زیر ترجمہ ہین، جملہ ۲۴۶،

علاوہ تراجم کے ۸ کتابین تالیف ہو چکی ہین، ہندوستان کی اکثر یونیورسٹیون نے جامعۂ عثمانیہ کو تسلیم کر لیا ہے، اور انگلستان مین شمالی مجموعے نے (Northeren groups) آکسفورڈ، کیمبرج اور لندن کی یونیورسٹیان، یہان کے طلبا کو اسی رعایت سے اپنے یہان داخل کرتی ہین جس رعایت سے ہندوستان کی دوسری یونیورسٹیون کے طلبار کو داخل کرتی ہین، انگلستان کے انڈین سول سروس کے امتحان مین بھی جامعۂ عثمانیہ کے طلبار کا داخلہ حکومت ہند منظور فرما چکی ہے،

خاتمہ،

مین ممنون ہون کہ آپ نے میری پریشان بیانی صبر و تحمل سے سماعت فرمائی، مجھکو اردو کے متعلق ماضی و حال کی جو داستان کہنی تھی عرض کر چکا، اب مذکورۂ بالا بیان پر ایک نظر اور چند خیالات کا اظہار خاتمۃ الباب ہے۔

اردو کی جو تاریخ مختصراً مین نے عرض کی ہے، اس سے واضح ہوا ہو گا کہ اس زبان کی پیدایش دیسی اور پردیسی زبانون کے میل جول سے ہوئی ہے، زبانون کا یہ میل جول ابتدا ہی سے اس ربط اور انس کا نتیجہ تھا جو اہل زبان کے باہم پیدا ہوا، تاریخ سندھ کا جو واقعہ شروع مین عرض کر چکا ہون وہ ابتدائی ربط کے ثبوت کے لئے کافی ہے، زمانہ مابعد مین گیا ہوا اس کی کیفیت حال کے سب سے زیادہ مشہور ملکی مورخ کی زبانی سننے کے قابل ہے،

ہو گی، پروفیسر جادو ناتھ سرکار نے سال حال کے آغاز مین جو پر مغز تاریخی لکچر مدراس یونیورسٹی کی سرپرستی مین بمقام مدراس بعنوان (India Through The ages) دیئے ان مین مسلمانون کے عہد کی حسب ذیل دس نعمتین شمار کی ہین، خلاصۃً،

(۱) بیرونی ممالک سے از سر نو تعلقات،

(۲) اندرونی امن،

(۳) انتظام کی یکسانی،

(۴) شرفا مین خواہ کسی مذہب کے ہون لباس و رسم کی یکسانی،

(۵) انڈو سیریسن، دستکاری جس مین قرون وسطی کے ہندو اور چینی اسکول سموئے گئے ہین، ایک نئی طرز عمارات لطیف مصنوعات کی ترقی، (یعنی شال، پچیکاری، کمخواب، ململ، قالین وغیرہ)

(۶) ایک عام زبان جس کا نام ہندوستانی یا ریختہ ہے، اور سرکاری نثر کی طرز (جو زیادہ تر ہندو منشیون نے تحریر فارسی مین ایجاد کی، اور جس کو مرہٹہ چٹ نویسون نے بھی اپنی زبان مین رائج کیا)

(۷) ہماری دیسی زبان کا عروج جو اس امن اور مالی خوشحالی کا نتیجہ تھی، جو دہلی کے شہنشاہی کے دور مین نصیب ہوئی،

(۸) توحید مذہب کا احیار اور تصوف،

(۹) تاریخی ادب،

(۱۰) ملکی اور جنگی آئین مین ترقیان،

اس فہرست پر ایک نظر ہی ثبوت اس امر کا ہے کہ عہد مذکور مین ہندو اور مسلمانون نے کس طرح مل کر باہمی کوشش سے صنعت، زبان اور آئین کو ترقی دی، امن اور خوش حالی نے جو شگفتگی دلون اور دماغون مین پیدا کی اس کا جلوہ جمنا کے کنارے تاج کی صورت مین اور بزم عیش مین قالین و شال کی شکل مین نمایان ہوا،

اسی ربط کی بہارنے اردو ادب کو ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مقبول بنادیا، آج ریاست میسور مین اردو اسکول جاری ہین، گذشتہ سال آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس مدراس مین ہوا تو اس مین ایک رزولیوشن یہ پاس ہوا کہ اندھرا یونیورسٹی مین اردو مین تعلیم کا بھی اہتمام ہو، ہندوستان کے باہر کابل کے کالج مین اردو کی تعلیم کا انتظام ہے[۱]، حجاز کی بندرگاہ جدہ مین ایک دہی بیچنے والے حبشی کو صدا لگاتے سنا "دہی لو دہی"، آسام بھی جہان مسلمانون کی سلطنت کو کبھی استقلال حاصل نہین ہوا، اردو کے زیر نگین آچکا ہے، یہ تسلیم ہے کہ نہ صرف اردو کی ترقی عہد گذشتہ مین ہوئی بلکہ تمام دیسی زبانون نے فیض پایا، بنگالی زبان کی نسبت بنگال کے مشہور اہل علم ڈاکٹر دنیش چندر سین رائے بہادر لکھتے ہین :-

"ہمارے علم ادب کا سب سے ممتاز دور جو تھا ہے جس کا آغاز وشنویون سے ہوتا ہے جنھون نے سولھوین صدی عیسوی مین اسلام کے اثر سے متاثر ہو کر سوسائٹی کے شیرازہ کو اتحاد و اخوت عامہ کے اصول پر دوبارہ درست کیا، وشنویون کے ادب مین فطرت انسانی کی نزاکت اس کے حسن کی لطافت اور نفاست کی تصویر اس خوبی سے کھینچی گئی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بلند تر پایۂ کمال کا حاصل کرنا ممکن نہین .... اس زمانہ مین سرد اچندر وناتھ گور نے اسی وشنوی چمن سے گل چینی کی ہے .... بنگال مین ایک خاص بات یہ تھی کہ ہندؤن کے ساتھ مسلمانون نے بھی علم ادب کی ترقی مین ساتھ دیا، اس زمانہ مین ان دونون قومون مین باہمی مدارات اور رواداری کے خیالات اس قدر قوی تھے کہ آج کل کے سیاسی معاملات مین حصہ لینے والون کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہیئے، بہت سی بنگالی تصنیفین موجود ہین جن مین ایسے مسلمان بزرگون کے حالات درج ہین جنھین ہندو مسلمان دونون مقدس سمجھتے تھے"

ایک اور موقع پر لکھتے ہین :-

[۱] سیاحت نامہ منشی شمس الدین صاحب،

"ہماری زبان اور علم ادب در اصل ملک کی ملی جلی آبادی اور ہندو مسلمانون کی مشترکہ ملکیت ہے"[۲]

اسی مضمون کے حواشے کے نمبر ۲ تشریح مین بیان کیا ہے کہ بنگالی ادب کی ترقی مین اسلامی توحید نے حصۂ عظیم لیا۔

اب ایک دوسرے دیسی ادب پر نظر ڈالئے یعنی برج بھاشا، گرائرسن کی جس تاریخ کا ہم نے اوپر کہین ترجمہ حوالہ دیا ہے، اس مین مغلیہ سلطنت کے عہد کو برج بھاشا ہندوائری اور بہاری زبانون کا دور اقبال (AUGS TANAGE -) بتایا ہے لکھا ہے کہ اس لٹریچر کی قدر ہمایون بادشاہ کے زمانہ سے شروع ہوئی سب سے پہلے ملک محمد جائسی نے میدان ترقی مین قدم رکھا، شاہان مغلیہ بہت بڑے مربی ان زبانون کے تھے، ان کے زوال کے ساتھ یہ بھی تباہ ہو گئی، مرہٹون کا زمانہ ان زبانون کی ادبی ویرانی کا تھا، خلاصہ یہ ذرا اس جان پرور عالم کو دیکھو کہ اکبری نورتن کے جوہر فرد خان خانان کی مجلس مین ایک طرف عرفی و نظیری کی تربیت و قدر دانی ہو رہی ہے دوسری جانب سور داس اور تلسی داس (رامائن کے مولف) کی اکبر جہان سلطنت کو بڑھا رہا ہے وہان فنون لطیفہ کی پرورش مین بھی مصروف ہے، فن تعمیر مقبرہ ہمایون تک ترقی کر گیا ہے، جس کی دوسری منزل آگرہ کا تاج تھا فن مصوری مین چینی اور ہندو دونون مصوریان حل کردہ چہرے تیار کر رہے ہین جن پر نادرہ زمانی منصور اور میر کلان کو ناز ہے، فن موسیقی مین میان تان سین کی قدردانی ہے جو گوالیار کے مشہور عارف باللہ حضرت محمد غوث کے دامن شفقت کے سایہ مین اکبری دربار مین پہونچے ہین، فارسی ادب سحر حلال کا رنگ پیدا کر رہا ہے، فیضی کی نلدمن تصنیف ہو رہی ہے تو تلسی داس رامائن لکھنے مین مصروف ہین، گرائرسن نے تلسی داس کی تعریف جس بلند آہنگی سے کی ہے اس سے زیادہ مشکل ہے، لکھا ہے کہ "گوتم بدھ کے بعد ہندوستان نے ایسا سپوت پیدا نہین کیا، توحید اور صحت نظر نے اس کے کلام کو حقیقت کا رازدان بنا کر بقاے دوام کا خلعت دیا"، سوال یہ ہے کہ توحید اور صحت نظر کہان سیکھی؟ جواب واقعات سے سنو! اسی اکبری دربار مین، توحید تو وہی ہے جس نے بنگالی

[۲] مضمون ڈاکٹر دنیش چندر سین رسالہ اردو جولائی ۱۹۲۸ء ص ۳۶۰

ادب کو منیوالا، صحبت نظر مین مغلون سے کوئی بازی لے جائیگا؟ واقعات بابری اور تزک جہانگیری مین اس علی ہذا القیاس یہ تو شعرا تھے ہندو امرا نے بھی قدردانیون سے دل بڑھا کر کمال کی سرپرستی کی راجہ شتاب رائے

روشن ثبوت، دیکھ لو، گرائرسن نے اپنی مذکورۂ بالا تاریخ مین تلسی داس کی ایک دستی تحریر کا عکس شامل کیا ناظم بنگال وبہار کی قدردانی مشہور ہے، اردو شعر بھی کہتے تھے، ان کے بیٹے راجہ بہادر تخلص بہ راجہ اردو کے

یہ فارسی خط مین ہے جس مین ایرانی شان ہے، سرلوح "اللہ اکبر" لکھا ہے، اس سے سمجھ لو کہ تلسی داس کے استاد مشاعر تھے، میر تقی میر جن کے ممنون کرم ہین اس مین راجہ جگل کشور بھی ہین، مہاراجہ چندو لال کی قدردانیان

مین کیا رنگ جلوہ فرما تھا، ادب اردو اسی الفت کے سایہ مین پرورش پا تا رہا، ہندوستان مین طوالف الملوکی تک ضرب المثل ہین، پٹنہ مین دور آخر مین کنور سکھراج بہادر نے (جو معاصر تھے شاہ الفت حسین فریاد استاد

ہوئی، سارا ملک میدان کارزار تھا، تاہم اول تو، مہاباپ، ہندو مسلمان سوال پیدا ہی نہین ہوا، دوسر سید محمد علی شاد مرحوم کے) اردو کے ایسے مشاعرے کئے کہ اب تک یاد ہین، ہر مشاعرے مین تین چار ہزار

ادب کی مجلسین الفت کے وہ میخانے تھین جہان دلون کی ساری کلفتین دور ہو جاتی تھین ؎ روپیہ خرچ کرتے تھے، (حیات فریاد از شاد)

دماغِ دل درین جاگاہ گاہے چاق میگردد

خدا آباد تر سازد خرابات محبت را

آج بھی دکن مین یمین السلطنت مہاراجہ سرکشن پرشاد کی سرکار قدردان شعرا ہے، جب تک اردو

ادبی دور رہا یہ میخانۂ الفت دمہر و نشان ارہا، دفری دو رمین دوسرے ہی رنگ کھلے، اور ہی بخشین چھڑ ین

ذکر میر جو حال مین انجمن ترقی اردو نے شائع کی ہے ملاحظہ ہو، یہ میر تقی میر کی لکھی ہوئی آپ بیتی ہے تاریخ آج آنکھون کے سامنے ہین،

ہے، اوقت وہی ہے کہ سلطنت مغلیہ کا شیرازہ بکھر چکا، ہر طرف سے حوصلہ مندی تلوارین کھینچ کر میدان مین زیادہ شکوہ عربی فارسی کی آمیزش کا ہے، افراط ہر چیز مین بری ہے، آمیزش اعتدال کی حد تک

کودی، خود میر صاحب بھی لڑائی کے معرکون مین شریک ہین، مگر ساری کتاب پڑھ کر فرقہ بندی یا تفریق کہین بھی قابل اعتراض ہو تو سوال یہ ہے کہ اردو کو زبان عام بننے کی قوت کس نے بخشی، ہمارے ملک مین

بو بھی دماغ مین نہین آتی، مثلاً پانی پت کا درانی معرکہ میر صاحب تفصیل سے بیان کرتے ہین، مگر ایک حرف بزار ارون زبانین ہین جن کی تفصیل سر جارج گرائرسن کی ایک شترِ بار تصنیف مین سمائی ہے، مگر یہ سب کی

ایسا نہین لکھے جس سے نفرت یا تنگ خیالی عیان ہو، ایک موقع پر لکھتے ہین، "حقیقت ہر دو لشکر آن عب اپنے ہی دائرہ مین ہین، اگرچہ بعض نے ان مین سے بہت کچھ ترقی بھی کی ہے، اس کے علاوہ عربی

کہ اگر دکھنیان جنگ گریز کہ طور قدیم آنہا بودے جنگید ند اغلب کہ غالب می گردیدند" فارسی کی آمیزش صرف اردو ہی مین تو نہین، ملک کی دوسری زبانین بھی اس سے فیض یاب ہین مثلاً بنگالی

مرزا غالب کے جس تیر الفت کے گھائل میر مہدی مجروح ہین، اسی کے کشتہ مرزا ہر گوپال تفتہ ہین، ایک بابو صاحب کی جس تحریر کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے اسی مین ایک مایۂ ناز بنگالی مصنف کی نسبت لکھا ہے، "اس

نشۂ الفت کی رسائی تھی کہ ادب اردو کی پرورش ہندو مسلمانون نے مل کر ابتدا سے آخر تک کی، اردو شعرا کے شخص کی تحریر گویا ایک قسم کی پچیکاری ہے، جس مین فارسی کو بنگالی کے ساتھ وصل کیا ہے، "اس مولف کی

تذکرے دیکھو، شمالی ہند مین پہلا دور خان آرزو سے قائم ہوتا ہے، ان کے ساتھ رائے انند رام مخلص ہین جنکی تصانیف کو مضمون نگار نے بنگالی کے ادبی جواہرات مین شامل کیا ہے، ترقی یافتہ مرہٹی زبان مین پچیس

بہار مین، بنو سطین مین بندرا بن راقم ہین، اپنے وقت مین رائے سرب سنگھ دیوانہ استادِ وقت ہین، جن کی فی صدی الفاظ فارسی کے ہین، (رسالہ اردو اپریل ۱۹۲۱ء) گوشہ نشین زبان مدکو گنی، مین بھی دس فیصدی

ایک شاگرد جرات کے استاد بھی ہین، یعنی حسرت گلزار نسیم کے مولف نسیم لکھنوی کو سارا ہندوستان مانے ہوئے سو سامی، الفاظ (عربی فارسی) ہین، (رسالہ اردو اکتوبر ۱۹۲۲ء)

نینی تال کے قریب سرد ہواؤن سے جب میدانی تپش سے جھلسے ہوئے مسافرون کے تن بدن
جان آتی ہے، تو ان کی آنکھیں ایک روح پرور چشمے سے ٹھنڈی ہوتی ہین جو سنگ مرمر کے شفاف
سے گرتا ہے، اس چشمہ پر سنسکرت کا یہ مقولہ لکھا جس کا ترجمہ اردو مین بھی درج ہے، "جو کوئی آدمی
کے چشمہ کو نقصان پہونچاتا ہے وہ دوزخ مین داخل ہوتا ہے" کیا یہ رشیون کا قول ہماری عبرت
کافی نہین، جو ادب کے سرچشمہ کو جو پریم کا امرت پلاتا تھا، زہر آلود کرتے ہین، کیا اس کا وقت
نہین آیا کہ ہم محض ملک اور نیشن کی بہبودی کے لئے ٹھنڈے دل سے اس پر غور کرین کہ جو زبان
رفتہ رفتہ ترقی کر کے ملک کی عام زبان بن چکی ہے، جدید علوم و فنون کی درس و تدریس کی استعداد
پیدا کر چکی ہے، اس کی سرپرستی کرین، اور سب کے سب مل کر پھر اس بادہ الفت سے سرشار نظر آئین، ورنہ
بچے بقول ایک ماہر تعلیمات کے سوتیلی مان کا دودھ چھوڑ کر سگی ماں کے دودھ سے پرورش پائین،
اسی سلسلے مین یہ تجویز شاید بے جا نہ ہو کہ اس اجلاس شعبہ اردو کی یادگار مین پنجاب مین انجمن ترقی اردو
کی شاخ قائم ہو، جو متفقہ کوشش سے پنجاب مین اردو کی قدیم نشو و نما کی تحقیقات کرے، اور پروفیسر
نے جس کام کا آغاز "پنجاب مین اردو" لکھکر کر دیا ہے اس کو انجام تک پہونچائے،

لطف و کرم کا کرر سپاس پر خاتمہ ہے،

ارض القرآن

حصہ اول

عرب کا قدیم جغرافیہ، عاد و ثمود، سبا، اصحاب الایکہ، اصحاب الحجر، اصحاب الفیل، کی تاریخ اس طرح
گئی ہے جس سے قرآن مجید کے بیان کردہ واقعات کی یونانی، رومی، اسرائیلی لٹریچر و موجودہ آثار قدیمہ
تحقیقات سے تائید و تصدیق ثابت کی ہے ضخامت ۴۰۳ صفحے، قیمت ۳ ؎

"مینیجر"

دیوان نظامی کے قلمی نسخے

از

جناب مولوی قاضی احمد میان صاحب اختر جونا گڑھی

نسخون کی قلت | نظامی کے دیوان کے صرف چند نسخے اس وقت دنیا مین پائے جاتے ہین حالانکہ دنیا کا کوئی مشرقی

کتب خانہ خمسہ نظامی کے متعدد قلمی نسخون سے خالی نہین ہے، اس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ نظامی کا کلام ان کے زمانہ
کی روش سے الگ تھا جس کی وجہ سے وہ مقبول عام ہو کر شہرت دوام نہ حاصل کر سکا، اس مین شک نہین کہ نظامی
مثنوی گو کی حیثیت سے تمام شعرائے ایران پر تفوق حاصل ہے، اور اس میدان سخن مین سوائے فردوسی کے کوئی
ان کا حریف مقابل نظر نہین آتا، لیکن ان کا رنگ تغزل اس قدر پھیکا رہا کہ لوگون کو ان کے کلام کی طرف زیادہ رغبت
نہین ہوئی، ان کے قصائد اور غزلیات وغیرہ جو دیوان کے موجودہ نسخون مین پائے جاتے ہین، نیز ان کے منتخب اشعار
کتب تذکرہ مین منقول ہین، ان کا رنگ زیادہ تر متصوفانہ اور واعظانہ ہے، قصیدہ نویسی کا فن جس مین ان کے معاصرین
خاقانی، ابوالعلاء، ظہیر فاریابی، وغیرہ کو ید طولی حاصل تھا، اس مین بھی نظامی کے ہان وہی خشک پندو موعظت
کا انداز ہے، غرض کہ ان کے کلام مین وہ چاشنی سخن نہین پائی جاتی جو خسرو، سعدی اور حافظ کا طغرائے امتیاز ہے
یہی وجہ ہے کہ جس قدر ان کی مثنویون کی قدر و منزلت اور ان کو بقائے دوام نصیب ہوئی وہ ان کے دیوان
کو حاصل نہین ہو سکی،

رسالہ معارف بابت فروری ۱۹۳۶ء مین میرا ایک مضمون دیوان نظامی کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے
مین نے اپنے اس مضمون مین دیوان نظامی کے قلمی نسخون کا ذکر کیا تھا جو یورپ کے کتب خانون بوڈلین (آکسفورڈ)
اور پروشین نیشنل لائبریری (برلن) مین موجود ہین، ان نسخون کے علاوہ ہندوستان مین بھی دو اور قلمی نسخے

کا پتہ لگا ہے جو کلکتہ کی امپیریل لائبریری اور ریاست رامپور کے سرکاری کتبخانہ میں موجود ہیں، گویا اس وقت تک دیوان مذکور کے کل پانچ نسخے معلوم ہوئے ہیں، ان نسخوں کا حال ذیل میں درج کیا جاتا ہے :-

۱- بوڈلین کے نسخے | اس کتبخانہ میں دو نسخے نمبر ۶۱۸ اور ۶۱۱ پر موجود ہیں،

(۱) ۶۱۸ کا ذکر ڈاکٹر ایتھے نے کتبخانۂ مذکور کی فہرست میں اس طرح کیا ہے :-

"**انتخاب منظومات صغیرہ منسوب بہ نظامی** یہ اس نسخہ سے پوری مطابقت رکھتا ہے، جس کا ڈاکٹر اسپرنگر نے اپنی فہرست (ص ۵۲۳) میں کیا ہے شروع میں قصائد ہیں، دیوان کا مطلع یہ ہے :-

ہر کہ از روی خرد روی بہ یزدان آرد   لطف یزدانش ہمی تحفۂ غفران آرد

پھر غزلیات ورق ۱۳ سے ردیف وار شروع ہوتے ہیں، پہلا شعر یہ ہے :-

روزے بکرم گاہان رفتن پیادہ (؟)   ابلیس پیش آمد موسی کلیم را ،

خاتمہ کا ورق غائب ہے، یہ نسخہ ۵۴ اوراق پر بخط نستعلیق لکھا ہوا ہے، ہر صفحہ میں ۱۴ سطریں ہیں، سائز ۴×۶ ۱/۲ انچ ہے"

۲ نمبر ۶۱۹ شروع میں قصائد ہیں، چودھویں ورق سے غزلیات ردیف وار درج ہیں، دیوان کا مطلع حسب سابق، اس کے بعد ورق ۴۴ پر رباعیات ہیں، پہلا شعر یہ ہے :-

چون تاک نطاقے شکراب آلودش   وز نرگس پر خمار خواب آلودش

سنہ کتابت مذکور نہیں ہے، ۴۴ ورق اور ہر صفحہ میں ۱۳ سطریں ہیں، نستعلیق خط میں لکھا ہوا ہے، سائز ۸×۵ ۱/۲ انچ"

۳- برلین کا نسخہ | برلین کی پرشین نیشنل لائبریری میں ایک نسخہ دیوان نظامی کا نمبر ۲- ۶۹۱ پر موجود ہے، جو ڈاکٹر اسپرنگر کے ذخیرہ کتب میں شامل ہے، نستعلیق خوش خط لکھا ہوا ۴۴ اوراق پر مشتمل ہے، شروع میں نہ کوئی دیباچہ ہے، نہ آخر میں کوئی خاتمہ، حسب دستور پہلے قصائد ہیں پھر غزلیات اور رباعیات، پروفیسر ہوٹسما نے اس نسخہ کا مطالعہ کیا ہے، چنانچہ ان کا بیان ہے کہ اس نسخہ میں وہ اشعار نہیں پائے جاتے جو عوفی نے نقل کئے ہیں، البتہ جامی کے منقولہ اشعار ورق ۴۲ پر پائے جاتے ہیں[1]،

۴- بوہار کا نسخہ | یہ نسخہ نا تمام کتبخانہ بوہار میں موجود ہے، جو اب کلکتہ کی امپیریل لائبریری میں منتقل ہو گیا ہے، ۲۹ اوراق پر صاف نستعلیق خط میں لکھا ہوا ہے، حاشیہ پر مطلّا اور رنگین جدولیں ہیں، دیوان کا مطلع حسب سابق ہے، اس نسخہ میں اوراق کی ترتیب برابر نہیں ہے، اس پر کئی تحریرات پائی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل میں یہ نسخہ مولوی محمد مظہر ابن مولوی غلام سبحان خان بہادر قاضی القضاۃ بنگال ابن مولوی محمد واجد ساکن پنڈوا (ہگلی) کے پاس تھا، تاریخ کتابت درج نہیں ہے[2]،

۵- رامپور کا نسخہ | تقریباً پانچ جزو کا ناقص دیوان ہے، اس میں قصائد اور غزلیات کے علاوہ ۲۳ رباعیاں ہیں، نستعلیق خط میں لکھا ہوا ہے، سنہ کتابت درج نہیں ہے، مطلع دیوان حسب سابق، ہر ورق پر سرخ لاک میں ذ... پرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ کے دستخط ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اس نسخہ کا مطالعہ کیا تھا، اس میں کتابت کی غلطیاں بہت پائی جاتی ہیں[3]،

نسخہ مطبوعہ آگرہ | میں نے اپنے متذکرہ بالا میں ذکر کیا تھا کہ بوڈلین لائبریری میں دیوان کا ایک نسخہ مطبوعہ آگرہ موجود ہے، یہ اس بنا پر تھا کہ نسخہ نمبر ۶۱۰ کے تذکرہ کے ضمن میں ایتھے نے اپنی فہرست میں لکھا ہے کہ :-

"آگرہ کا نسخہ دیوان مطبوعہ ۱۲۸۳ھ اس قلمی نسخہ سے بالکل مختلف ہے، اس میں وہ قصائد اور غزلیات نہیں پائی جاتیں، جو اس نسخہ میں موجود ہیں"

اس تحریر سے مجھے خیال ہوا تھا کہ غالباً اس کا کوئی مطبوعہ نسخہ وہاں موجود ہوگا، اس کے متعلق میں نے کتبخانۂ مذکور

سلہ ان نسخوں کا حال مجھے کتبخانۂ مذکور کے ناظم صاحب نے لکھ بھیجا ہے، نیز انھوں نے دونوں نسخوں کا عکس مہیا کرنے کا وعدہ بھی کیا ہے، جس کے لئے میں ان کا بہت ممنون ہوں، "اختر"

[1] اورنیٹل اسٹڈیز (موسوم بہ عجب نامہ) ص ۲۲۵، [2] فہرست کتبخانہ بوہار جلد ۱ ص ۲۲۳، [3] جرنل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۹۱۸ء جلد ۱۴، سلسلہ جدید،

کے ناظم سے دریافت کیا چنانچہ وہ اپنے جواب مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۲ء مین لکھتے ہین کہ،

"آپ کو کسی نے اطلاع دی ہے کہ دیوان نظامی کا کوئی مطبوعہ نسخہ ہمارے ہان موجود ہے، غالباً یہ اسی طرح معلوم ہوا ہوگا، کہ فہرست نویس نے نسخۂ مطبوعہ آگرہ ۱۳۳۲ھ کو ذکر فہرست مین کیا ہے، لیکن ہمارے کتبخانہ مین کوئی مطبوعہ نسخہ نظامی کا نہین ہے، ممکن ہے اس کی کوئی جلد خود فہرست نویس کے پاس رہی ہو"،

اگر ایتھے کے بیان پر اعتماد کیا جائے تو بہر حال اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ یہ مطبوعہ نسخہ اس کے پاس تھا یا کم از کم اسکی نظر سے گذرا تھا، مین نے اس کے متعلق ہندوستان مین بہت کچھ تلاش و تفتیش کی مگر اب تک پتہ نہین ملا، ایک مرتبہ بلاسپور (ریاست رامپور) کے وکیل عدالت چنی لال صاحب عونی نے مجھ سے دیوان نظامی کے متعلق استفسار کرتے ہوئے اپنے مکتوب مورخہ ۷ فروری ۱۹۳۱ء مین لکھا تھا،

"میرے پاس دیوان حضرت نظامی گنجوی ۱۰۰۰ جزو کا آگیا تھا اتفاق سے وہ گم ہوگیا اس کا پتہ و نام مطبع یاد نہین رہا"

اس تحریر سے بھی پتہ چلتا ہے کہ دیوان مذکور ضرور چھپا ہوگا، مگر بالفعل وہ نایاب ہے،

میرے مکرم جناب حافظ احمد علی خان صاحب بہادر نے رامپور والے نسخے کی نقل میرے لئے تیار کرائی ہے، کلکتہ والے نسخہ کی کتابت ہو رہی ہے، بوڈلین کے دونون نسخون کے فوٹو تیار ہو رہے ہین، امید ہے کہ برلن کے نسخہ کا فوٹو بھی مل جائیگا، ان کے علاوہ دولت شاہ، عوفی، آتش کدہ، مجمع الفصحی وغیرہ مین نظامی کے کلام کے انتخابات موجود ہین، انشاء اللہ ان سب کا مقابلہ کرکے ایک صحیح متن مرتب کرنے کا ارادہ ہے، و الامر بید اللہ تعالیٰ وھو علی کل شیئ قدیر،

تلخیص و تبصرہ

فلاسفۂ ہند کی سالانہ مجلس

گذشتہ دسمبر مین ہندوستان کی مجلس فلسفہ کا سالانہ اجلاس مدراس مین منعقد ہوا تھا، مختلف یونیورسٹیون اور مجلسون کے تقریباً ۵۰ فلسفی نمائندون کی حیثیت سے اس مین شریک ہوئے تھے، تنوع مباحث کی وجہ سے مجلس مختلف شعبون مین تقسیم کردی گئی تھی، اور ہر شعبہ کا ایک ایک صدر تھا،

(۱) منطق و الٰہیات، پروفیسر ٹی چیڈوک (جامعہ لکھنؤ)

(۲) فلسفۂ ہند، پروفیسر این ہیرینیا (جامعہ میسور)

(۳) تاریخ فلسفہ، پروفیسر ایس کے متر (جامعہ بنارس)

(۴) اخلاقیات و فلسفۂ معاشرت، پروفیسر بی اے وادیا (ولسن کالج (جامعہ بمبئی)

(۵) فلسفۂ مذاہب، مس انوالا (جامعہ لکھنؤ)

(۶) نفسیات، پروفیسر جی، سی چیٹرجی، (لاہور)

مجلس عام کے صدر جامعہ بنارس کے استاذ فلسفہ اور پرو وائس چانسلر مسٹر اے، بی، دھرو تھے، انھون نے اپنے خطبۂ صدارت مین فلسفہ و سائنس کی اس جنگ کو جو گذشتہ سو اسو سال سے جاری ہے، ان الفاظ مین پیش کیا،

"اس نئی صدی مین ایک شخص کو فلسفہ مین جو سب سے بڑی چیز نظر آتی ہے وہ شرکت ہے جو سائنس فلسفہ کے مسائل کی تحلیل مین کر رہی ہے، اس امتیازی خصوصیت کو سمجھنے کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ مختصراً ہی سہی اس خیال کی تاریخ بیان کی جائے"

جب سائنس کو اپنی قوتون کا احساس شروع ہوا تو اس نے مملکتِ فلسفہ پر حملہ کرکے عنانِ حکومت اس کے ہاتھ سے چھین لی اور اس فلسفہ کے پاس جو کسی زمانہ مین اس کا مالک تھا اور اب صرف ہمسایہ ہے، کچھ نہ رہا، اسی اثنا مین کانٹ نے اس منصفانہ نظرے جس کی مثال دنیائے خیال مین نہین مل سکتی، نہایت ہی صفائی کے ساتھ فلسفہ کے اس حق کو پیش کیا کہ وہ نہ صرف اپنے مسائل حل کرنے کا بلکہ سائنس کے مسائل کے حل کرنے کا بھی حقدار ہے، لیکن ان دو دائمی جنگ آزما جماعتون مین صلح کی یہ کوشش مشکور نہ ہو سکی، اور ۱۹ وین صدی کے نصف آخر مین ہم دیکھتے ہین کہ دونون مین سخت کارزار گرم ہے، ابتداءً سائنس کی جماعت غالب رہی لیکن بعد مین فلسفہ نے اپنے غنیم کو نیچا دکھایا، اور ۱۸ وین صدی کی مادہ پرستی کی جگہ ۱۹ وین صدی کی فطرت پرستی نے لی لی،

یہ حقیقت عام طور سے معلوم ہے کہ کس طرح ڈارون کی سائنس نے جو درحقیقت حیاتیات تک محدود تھی فلسفہ کو بری طرح متاثر کیا، انسان کو نظریۂ ارتقاء کی ایک کڑی ثابت کرنے کی کوشش اور تنازع للبقا کے نظریہ کو پیش کرنے کی سعی نے انسان کی روحانی حیثیت کو مشکوک کر دیا، اور اس وقت وجود باری تعالی کے متعلق جو خیالات تھے ان پر مہلک ضرب لگائی، ۱۹ وین صدی کے آخر مین اس نظریہ کی عام ہر دلعزیزی نے فلسفہ کے دو اہم مسئلون کو سخت صدمہ پہونچایا، ان مین سے ایک انسان کی روحانی حیثیت تھا، اور دوسرا وجود باری تعالی لیکن فلسفہ کی خوش قسمتی سے اس وقت گرین نے اس فطرت پرستی کے طوفان کو روک دیا، گرین اور اس کے متبعین کے جدید نظریون سے لوگون کو جو کچھ بھی اختلاف ہو اس سے انکار نہین کیا جا سکتا، کہ برطانوی خیالات کے اس دبستان نے فلسفہ پر بڑا احسان کیا ہے،

جس طرح ۱۸ وین صدی کے مادی نظریہ کی جگہ ۱۹ وین صدی کے ربع ثالث کے حیاتی نظریہ نے لے لی تھی اسی طرح ربع آخر کے روحانی نظریہ نے حیاتی نظریہ کو بے دخل کر دیا، اور اس طرح ۱۸ وین اور ۱۹ وین صدی مین یورپ مین عموماً اور فرانس و برطانیہ مین خصوصاً مادہ، حیات اور روح تین منزلین ہین جن سے خیالات کی دنیا گذری ہے، ۱۹ وین صدی کے ربع ثالث مین جو فلسفہ کے گہن کا زمانہ تھا، ہم کو بتایا جاتا تھا کہ ہمکو ہر چیز کی ابتدا

وانتہا پر غور نہ کرنا چاہئے، فلسفہ کو ایک عام سائنس یا زیادہ سے زیادہ سائنس کی منطق کا درجہ دیگر اور چیزون کو جس شکل مین وہ اپنے کو پیش کرین قبول کرکے موجودہ حالات کے مطابق منظم و مرتب کرنے کی کوشش کرنا چاہئے، کومٹ نے اسی خیال کو ان الفاظ مین ادا کیا ہے، کہ جس طرح دینیات کی جگہ مابعد الطبیعیات نے لے لی تھی، اسی طرح اس کی جگہ اب سائنس کے حوالہ کر دینا چاہئے،

لیکن تمام باتین بحث طلب ہین، فلسفہ کے قدیم مسائل مین جنھون نے فلسفیون کو حقیقیہ اور تصوریہ دہریہ اور موحدین، قدریہ اور جبریہ، وغیرہ مختلف جماعتون اور گروہون مین منقسم کر رکھا تھا، نئی زندگی پیدا ہو گئی اور یہ بات کہی جانے لگی کہ سائنس اور فلسفہ دو ایسی متضاد چیزین ہین جو باہم جمع نہ ہو سکین، بلکہ وہ علم عامہ کے لحاظ سے ایک دوسرے کو متاثر کرنے کا حق رکھتی ہین، چنانچہ عہد موجودہ کے اکابر فلاسفہ مثلاً برگسن الگزنڈر اور رسل وغیرہ نے اپنے سائنس کے معلومات کے ذریعہ فلسفیانہ مسائل کے حل کرنے کی کوشش کی ہے، "الگزنڈر کا قول ہے کہ فلسفہ کی تعریف اس طرح کی جا سکتی ہے، کہ وہ غیر مجرب اشیاء کے تجربہ و مشاہدہ کا طریقہ ہے، ورنہ سائنس اور فلسفہ کی روح ایک ہی ہے، جو کچھ فرق ہے وہ طریقہ کا نہین بلکہ ان کے موضوعِ بحث کا ہے"

جہان ایک طرف سائنس کے تجاربی طریقہ نے فلسفہ مین ایک گونہ حقیقت کا رنگ پیدا کر دیا ہے، اور ۱۹ وین صدی کے ربع آخر کا نظریۂ عالم امثالیت اس سے دب گیا ہے، وہان دوسری طرف عہد موجود کے نظریۂ اضافت نے ایک خوفناک طوفان بپا کر رکھا ہے، زمان و مکان کے متعلق ہمارے خیالات مین سخت انقلاب پیدا ہو رہا ہے، اور اس طرح تصوریت کے مختلف اسکولون مین ایک نئی زندگی پیدا ہو رہی ہے، اس کے باوجود یہ ایک کھلا ہوا راز ہے کہ سائنس نے فلسفہ پر جو کچھ اثر کیا ہے، وہ ان سے حقیقت کی طرح لیجا رہا ہے، رہا یہ سوال کہ یہ حقیقت پرست اپنے اصولون مین مستقل ہین یا ان کے نتائج کس درجہ تک حامل صحت ہین، ایک دوسری چیز ہے، پھر بھی تصوریت اور حقیقت کا خط تیزی بہت روشن و نمایان ہو گیا ہے، جدید حقیقت پرستی اس فطرت پرستی سے جو ڈارون کے نظریۂ ارتقا کی وجہ سے عالم وجود مین آئی تھی بالکل ہی نئی، اور جداگانہ چیز ہے،

ایک دوسرا فلسفی جو فلسفہ پر سائنس کے اثرات کو بتاتا ہے، برٹرنڈرسل ہے، الگزنڈر مابعد الطبیعیات کا استاد تھا اور رسل نے جدید طریقہ پر اپنے مطالعہ فلسفہ کا آغاز ریاضیات وطبیعیات سے کیا ہے، اس کی مسائل اس کے موضوع کے لئے بہت مفید ہین، مین نے رسل کو جدید طریقہ کا فلسفی بتایا ہے، لیکن مین اس کی تصحیح کردینا چاہتا ہون، اس جنگ عظیم مین اس کی حیثیت حکومت سائنس کے شہنشاہی پسند رکن کی ہے، جو اپنے ہمسایہ ملک کی مملکت کو اپنے علاقہ مین شامل کرلینا چاہتا ہے،

ایک تیسرا سائنس دان فلسفی جو ہمارے توجہ اپنی طرف مبذول کراتا ہے، برگسن ہے، وہ سائنس سے فلسفہ کی طرف تبدیلی کے عہد کا نمایندہ ہے، ہمارے برطانوی فلاسفہ کے بالکل خلاف، جو سائنس کو فلسفہ مین داخل کرنا چاہتے ہین، اس نے اس کا عکس اختیار کرکے سائنس کے نظریون اور تفصیلات مین بہت کچھ تبدیلیان پیدا کردی ہین، ڈارون کے نظریہ کی ترمیم کرتے ہوئے وہ بتاتا ہے، کہ گردوپیش کے حالات سے اثر قبول کرنا ارتقاء کے تمام واقعات کو ثابت نہین کرتا، علاوہ ازین اگرچہ نظریہ ڈارون سلسلہ ارتقاء کو ظاہر کرنے مین ایک حد تک کامیاب ہے، لیکن نفس ارتقاء کے متعلق وہ بری طرح ناکامیاب ہے، اسی طرح وہ زندگی کے ایک مابعد الطبیعیاتی تخیل تک پہونچتا ہے، اس کی شکلون کی دریافت سائنس کا کام ہے، لیکن اس کے وجود و فطرت پر بحث دائرہ فلسفہ کے اندر ہے، برگسن ایک ایسے حیاتی تموّج کو پیش کرتا ہے، جو عالم مین موجود ہے اور اس کا محرک کوئی بیرونی دماغ یا ارادہ نہین، بلکہ وہ آزاد و غیر معصم ہے،

عہد موجودہ کی ایک خصوصیت جو بعض جگہ نظر آتی ہے، وہ خلاف ذہنیت یا خلاف عقلیت کی ہے، بعض اپنشد، شنکر، دوانک، سقراط، سپنوزا، ہیگل، یا جدید ہیگلیت کی تعلیم کو عقلیت بتانا صحیح نہین ہے، اور سنسکرت کے "بدھی" اور انگریزی کے عقل (REASN) ذہن (INTALLET) اور تخیل (Idea) نے یہ غلط فہمی پیدا کردی ہے، مسیحیت کی کلیسائی تاریخ مین خلاف ذہنیت نے ایک جدید تحریک قدریت کی پیدا کردی ہے، اور اس کے ذریعہ وہ بعض چیزون کو اپنے عقائد مین داخل کرتے ہین اور ان کو اس خوف سے

عقل کی روشنی مین نہین دیکھنا چاہتے، کہ اگر انھون نے ایسا کیا تو مسیحیت کی کشتی طوفان حوادث مین پھنس جائیگی، فلسفہ مین اس خلاف ذہنیت نے دو شکلین اختیار کی ہین، تصوف و عملیت (ACTIOISM) "ن"

مجلس مستشرقین ہند کا سالانہ اجلاس

آج سے تقریباً ۱۰ سال قبل نومبر ۱۹۱۹ء مین بھنڈارکر ریسرچ انسٹیٹیوٹ پونہ کے بانی سر رام کرشن بھنڈارکر نے پہلی مرتبہ ہندوستان کے مستشرقین کو ایک جمع کرنے کی کوشش کی، اس کا پہلا اجلاس پونہ ہی مین ہوا، ڈاکٹر اس مین جو کامیابی ہوئی اس کو جلسہ کے اندر ہی محسوس کرکے سر آسوتوش آنجہانی اس مجلس کو کلکتہ آنے کی دعوت بھی دیدی، اس وقت سے ہر دوسرے سال اس کا جلسہ برابر ہوتا رہتا ہے، گذشتہ مرتبہ اس کا اجلاس الہ آباد مین ہوا تھا، اور شاید اسی وقت سے مسلمان اہل فکر وقلم نے بھی اس کی طرف کافی توجہ کی، اس مرتبہ اس کا اجلاس لاہور مین ہوا، اس اجلاس کی ایک ممتاز خصوصیت یہ بھی کہ سنسکرت، عربی اور فارسی کی طرح اردو اور ہندی کے بھی دو جداگانہ شعبے قایم کئے گئے تھے، عربی وفارسی کے شعبہ کے صدر ڈاکٹر سر اقبال، اور اردو کے جناب نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمان خان صاحب شروانی تھے، برطانوی ہندوستان اور ریاستی یونیورسٹیون نے اپنے نمایندے بھیجے تھے، اور انھون نے اپنے موضوع کے متعلق مباحث مین کافی دلچسپی لی، کانفرنس کے ساتھ قلمی کتابون وغیرہ کی نمایش اور اردو کا مشاعرہ بھی تھا،

مجلس نے اپنے کو مندرجہ ذیل شعبون مین تقسیم کرلیا تھا، اور ہر شعبہ کا ایک علحدہ صدر تھا:-

(۱) ویدک اور قدیم سنسکرت، (۲) عربی وفارسی زبان وادبیات، (۳) لسانیات، (۴) فلسفہ
(۵) فنون لطیفہ، (۶) تاریخ، (۷) اثریات، (۸) نسلیات، (۹) اردو، اور (۱۰) ہندی،

عربی وفارسی کے شعبہ مین بعض شرکاء نے عربی مین بھی تقریر کی، اردو شعبہ کے صدر کا خطبہ تمامتر اسی مین شایع ہو رہا ہے، مجلس عام کے صدر کا خطبہ تمامتر سنسکرت اور ہندو فلسفہ سے متعلق تھا، اس خطبہ مین انھون نے بتایا تھا

کہ کس طرح ہماری بہترین تصانیف یا تو ہمارے ہاتھ سے نکل کر سات سمندر پار یورپ و امریکہ پہونچ چکی ہین یا پھر متعصب تنگ خیال و جاہل لوگون کے ہان بے حفاظت و بیکار پڑی خراب اور ضائع ہو رہی ہین، اس کے بعد انھون نے مختلف ہندو ریاستون کے اس ذوق علمی کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا تھا کہ کس طرح میسور، بڑودہ، ٹراونکور، وغیرہ سے سنسکرت کی کتابون کو خاص اہتمام سے شائع کیا جا رہا ہے،

فارسی اور عربی کے متعلق جو مضامین پڑھے گئے ان مین سے اہم یہ ہین :-

(۱)	پروفیسر محمد شفیع صاحب	لاہور	عمر خیام
(۲)	" محمد اقبال صاحب	"	عماد فقیہ
(۳)	" عبد اللہ چغتائی صاحب	"	علی مردان خان
(۴)	خواجہ عبد الوحید صاحب	لائل پور	قرآن مین سائنٹفک روح
(۵)	پروفیسر ابرار حسن صاحب	علی گڈھ	ابو تمام
(۶)	" عبد العزیز میمن صاحب	"	جاویدان خرد
(۷)	شیخ الجامعہ بہاول پور	بہاول پور	عربی زبان کی غربت
(۸)	قاضی فضل حق صاحب		ملا آدینہ بیگ

اردو کے متعلق مضمون پڑھنے والون مین پروفیسر محمود شیرانی صاحب اسلامیہ کالج لاہور، پروفیسر محفوظ الحق صاحب ایم اے پریسیڈنسی کالج کلکتہ، جناب احمد شاہ صاحب بخاری، جناب امتیاز علی صاحب تاج وغیرہ قابل الذکر ہین،

نمائش کی قلمی کتابون مین مندرجہ ذیل کتابین قابل ذکر ہین :-

الملل والنحل (شہرستانی المتوفی ۵۴۸ھ) نوشتہ ۵۸۹ھ، کلیات صائب خود اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا، مثنوی مولانا روم، نوین صدی کا لکھا ہوا نسخہ، ابن خلکان، رباعیات عمر خیام، قانون بو علی سینا، فتوحات مکیہ، (اس پر میر عبد الجلیل واسطی بلگرامی کے دستخط موجود ہین)

تصاویر اور دیگر تاریخی اشیاء کے اعتبار سے بھی مجموعہ بہت اچھا تھا، جامعہ لاہور، ریاست پٹیالہ، ریاست کپورتھلہ کے علاوہ متعدد دوسری مجالس، اور علم دوست اصحاب نے بھی اپنے بہترین نوادر نمائش مین بھیجے تھے، پروفیسر شیرانی اور پروفیسر آذر کی کتابین بھی لائق تذکرہ ہین، پروفیسر آذر پنجاب مین تذکرون کے بہترین مالک ہین،

ان چیزون کے علاوہ مجالس کے ارکان کو تاریخی مقامات کی سیر اور متعدد اشخاص کی طرف سے ضیافت کا سامان بھی کیا گیا تھا،

عربی و فارسی کے شعبہ مین تقریباً ۴۰ مضامین پڑھے گئے تھے، لیکن اردو کی تعداد بہت کم تھی، کیا ہمارے اردو دوست اصحاب اس کی طرف توجہ کرین گے،

مجلس تحریرات تاریخی

تقریباً دس سال سے حکومت نے ہندوستان کے تاریخی تحریرات و مراسلات کی تحقیقات کے متعلق ایک کمیشن مقرر کر رکھا ہے، اس کا مقصد ہندوستان کی تاریخ کے متعلق لوگون مین دلچسپی پیدا کرنا اور محققین تاریخ کے سامنے وہ ذرائع پیش کرنا ہے جو اب تک معلوم نہ تھے، ہر سال کسی نہ کسی شہر مین اس کا سالانہ اجلاس ہوتا ہے،

اس سال اس کا یہ اجلاس مشہور مورخ پروفیسر جدو ناتھ سرکار سی، آئی، ای کے زیر صدارت ناگپور مین ہوا تھا، اس مرتبہ جو مضامین پڑھے گئے وہ زیادہ تر مرہٹون اور گونڈون کی تاریخ اور انگریزون کے دکن مین ابتدائی حالات سے متعلق تھے، اس کے ساتھ ہی تاریخی اشیاء کی جو نمائش ہوئی تھی وہ بھی اپنے بعض نوادر کے لئے بہت اہم تھی،

ناگپور کے بھونسلہ راجہ کے نوادر مین لارڈ ولیم بنٹنگ کا ایک خط جو اس نے راجہ راگھوجی راؤ کو لکھا تھا، اور تیموری شہزادہ سلطان محمد مرزا کا جیتی کا بت تھا، رائے بہادر پرس داس کی تصویرین شاہجہان کا تخت طاؤس پر بیٹھ کر دربار کرنا، اور جہانگیر کی راجہ مان سنگھ کی بہن سے شادی کا جلوس قابل ذکر ہین، بائبل کے اولین بنگالی ترجمہ کا نسخہ بھی تھا، اس کے علاوہ مرہٹون کا وہ ہتھیار جو واگھ ناگ (پنجہ شیر) کے نام سے

شہور ہے، اور جس سے سیواجی نے افضل خان کو قتل کیا تھا، دکھایا گیا تھا،

اسلامی نوادر مین اورنگزیب کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن شریف تھا، اس کے علاوہ ایک تفسیر بھی تھی جز
آیات قرآنی ناخن سے لکھی ہوئی تھین، عہد جہانگیر کی لکھی ہوئی مہابھارت بھی نمایش کے نوادر مین تھی،

"ن"

الفاروق

حضرت عمر فاروقؓ کی لائف اور طرز حکومت

اگرچہ مسخ شدہ صورت مین معمولی کاغذ پر اس گران پایہ کتاب کے بیسیون اڈیشن فروخت ہو رہے ہین، مگر اہل نظر کو ہمیشہ اس کے اعلیٰ اڈیشن کی تلاش رہی ہے، مطبع معارف نے نہایت اہتمام و سعی بلیغ سے اس کا نیا اڈیشن تیار کرایا ہے، جو حرف بحرف نامی پریس کانپور کی نقل ہے، نہایت عمدہ کتابت اعلیٰ چھپائی عمدہ کاغذ، دنیاے اسلام کا رنگین نقشہ، مطلا ٹائیٹل، ضخامت ۴۱۲ صفحے، قیمت للعہ

طبقات الامم،

اندلس کے نامور فاضل قاضی صاعد اندلسی المتوفی ۴۶۲ھ کی تصنیف جس مین انھون نے اپنے زمانہ تک کی تمام قومون کی عموماً اور مسلمانون کی خصوصاً علمی و ادبی تصانیف اور علوم و فنون کی تاریخ عربی مین لکھی تھی، قاضی احمد میان جوناگڈھی نے اس کو عربی سے اردو مین ترجمہ کیا، اور جابجا حاشیون مین علماء اور فلاسفہ کے حالات اور تصنیفات کے متعلق مزید معلومات فراہم کئے ہین ضخامت ۱۵۰ صفحے، قیمت ۱؍

عہ

منیجر دار المصنفین اعظم گڈھ

اخبار علمیہ

علم جراحت پر قدیم ترین تصنیف،

نیویارک (امریکہ) کی مجلس مشرقی کا ایک اہم کام یہ ہے کہ وہ ان تمام تحریرون کو جو وہان کی تحقیقی مجالس حاصل کرتی ہین مطالعہ کرے، اور اسی سلسلہ مین بعض اوقات عجیب و غریب چیزون کا پتہ چلتا ہے، چنانچہ حال ہی مین مصر کے ایک مقبرے سے جو ایک خرلیطہ نکلا تھا، اس کو پڑھنے سے معلوم ہوا کہ وہ علم جراحت پر ہے، اور اس کے متعلق خیال ہے کہ وہ اس موضوع پر دنیا کی قدیم ترین تصنیف ہے، اندازہ لگایا گیا ہے کہ یہ تحریر تقریباً ۲۵۰۰ سال پہلے کی ہے، اس کے ساتھ ماہرین فن کا خیال ہے کہ وہ اصل کتاب سے ایک ہزار سال بعد کی تصنیف ہے اس مین ہر باب کے آخر مین بعض مبہم الفاظ کی تشریح بھی کی گئی ہے، اور یہ بات اس بات پر دال ہے کہ ان الفاظ کے معنی بدل چکے تھے، موجودہ صورت مین یہ خرلیطہ ۱۵ ½ فٹ لمبا، اور تقریباً ۱۴ انچ چوڑا ہے، "دپ"

دنیا کی سب سے بڑی مصنوعی نہر

جہان ہندوستان کو مختلف عجائبات کے مالک ہونے کا فخر حاصل ہے وہین گذشتہ ماہ اس کے طرۂ افتخار مین ایک پر اور لگ گیا ہے، اور وہ سارداہا نہر کی صورت مین ہے، یہ نہر صوبہ متحدہ مین بنی ہے اور چالیس سال سے ماہرین فن کی توجہ اس کی طرف منعطف تھی، اصل نہر اور اس کی شاخون کی لمبائی تقریباً ۴ ہزار میل ہے، اور اس سے ۰۰ لاکھ ایکڑ زمین سیراب ہو سکے گی، اس سے سیراب ہونے والا علاقہ تقریباً تمام مصر کے علاقہ کے برابر یہ نہر دریاے ساردا سے نکالی گئی ہے، کہا جاتا ہے کہ برسات کے زمانہ مین اس دریا مین پانی ۰۰۰۰۵۵ مکعب فٹ فی سکنڈ کے حساب سے آتا ہے، اور یہ دریاے ٹیمس کے پانی سے ۳۶ گونہ ہے، اور کم سے کم پانی کی آمد ۰۰۰۰ مکعب فٹ فی سکنڈ ہے، دریا سے اس مین ۳۴ دروازے ہین اور ہر دروازہ ۵۰ فٹ چوڑا ہے، ابتدا مین اس نہر

کی چوڑائی ۵۰۳ فٹ ہے، اور اس مین دروازون کے راستہ فی سکنڈ ۵۰۰ مکعب پانی آئیگا،

(پ)

دنیا کا سب سے بڑا برقی جہاز،

انگلستان کی ایک جہازی کمپنی وہائٹ اسٹار لائنر نے بلفاسٹ کے ایک کارخانہ جہاز سازی کو ایکی خصوص
بنے کو فرمائش کی ہے یہ جہاز ۶۰۰۰ ٹن کا ہوگا، اس وقت دنیا مین کوئی جہاز اس سے بڑا نہین ہے، امید ہے کہ ۲۱ میل فی
تک تیار ہو جائیگا، اس جہاز کی سب سے بڑی خوبی یہ ہوگی کہ وہ اسٹیم کی جگہ برقی قوت سے جلایا جائیگا، اس وقت تک
برقی قوت سے چلنے والا سب سے بڑا جہاز تی جہاز "دا نسرلے آف انڈیا" تھا، اور اس کا وزن صرف ۱۰۰۰ ٹن تھا،
ستمبر مین تیار ہوا تھا، اس کی رفتار ۱۵ ناٹ ہے، مگر زیر تعمیر جہاز کی رفتار ۲۰ ناٹ ہوگی، (پ)

جامعہ کلکتہ مین تاریخی تحقیقات،

اس وقت تک جامعہ کلکتہ نے اپنے پوسٹ گریجوٹ درجون کے طلبہ کے استفادہ کے لئے جن لوگون کو ت
کرنے کی دعوت دی تھی ان مین اکثر ہندوستان کے اکابر علم و فن ہوتے تھے، لیکن اب اس نے ایک قدم اور بڑھایا
اور آئندہ سال کے مقررون مین ہم کو انگلستان کی دو بڑی شخصیتین نظر آتی ہین، ان مین ایک پروفیسر آرتھر پرسیول نیو
یوٹن ہین، یہ جامعہ لندن کی تاریخ شاہی کے استاد خاص ہین، اور دوسرے جامعہ آکسفورڈ کے مشہور عربی دان مستشر
ڈاکٹر ڈی، ایس، مارگولیتھ ہین، اول الذکر کو ایک ہزار روپیہ اور موخر الذکر کو دہ ہزار پیش کئے جائینگے، ع
کے متعلق جامعہ کا یہ کام بہت مستحسن ہے، (جک)

دنیا کی سب سے بڑی سڑک،

ریاستہائے متحدہ امریکہ کی حکومت نے طے کیا ہے کہ وہ کناڈا سے لے کر انتہائے امریکہ تک ایک سڑک جو عا
بنائی جائے یہ سڑک جنوبی و شمالی امریکہ دونون مین ہوگی، اور اس عام سڑک کو صوبون کی دوسری سڑکون کے ذ
ذریعہ ملایا جائیگا اور اس طرح تمام اہم مقامات ایک دوسرے سے مل جائینگے، جس وقت یہ سڑک تیار ہو جائیگی
تو وہ دنیا کی سب سے بڑی سڑک ہوگی، (س ا)

تیز رفتار کشتی،

امریکہ کے ایک مشہور انجینیر مسٹر جارج وڈ نے ایک خاص قسم کی اسٹیم کشتی تیار کی ہے، اس کشتی کی سب سے
بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اس وقت تک جتنی تیز رفتار سواریان ہین سب سے زیادہ سریع السیر ہے، اس کی رفتار
۲۱ میل فی گھنٹہ سے بھی زیادہ ہے، اور موجد کا خیال ہے کہ وہ اس مین ابھی اور ترقی کریگا، (س ا)

سب سے بڑا کمرہ

انگلستان کے شاہی سائنس کالج کے دو استادون آر، پی فریزر اور ڈبلو، لے بون نے ایک بہت بڑا
تصویر کشی ایجاد کیا ہے، اس کمرہ کا مقصد یہ ہے کہ سریع الحرکت اشیاء مثلاً شعلون کی لپک وغیرہ کی تصویرین
اس کا وزن ایک ٹن ہے، اور اس مین ایک سکنڈ کے دس ہزار دین وقفہ کے حساب سے تصویرین آتی ہین،
(س ا)

دو منزلہ ریل کے ڈبے،

جنوبی افریقہ کی ریلوے کمپنیون نے موٹرون کے لئے دو منزلہ ڈبے بنوائے ہین، اور اب ان ڈبون کو
دیکھکر بعض کمپنیان مسافرون کے لئے بھی دو منزلہ گاڑیان بنانے کی فکر مین ہین، اور خیال کیا جاتا ہے کہ اگر
خطرات کا سدباب کر دیا گیا تو یہ ترکیب کم خرچ و بالانشین ہوگی، (س ا)

ایک عجیب مصور تاریخ،

امریکہ کے مشہور علمی مصور آرنسٹ ارگرہم نے ہمارے دنیا کی ارتقائی تاریخ کو حروف و عبارت کی جگہ
خطوط و نقوش یعنی تصاویر کے ذریعہ ترتیب دینا شروع کیا ہے، اور اس طرح وہ ایک ایسی تاریخ مرتب کر رہا ہے
جو عام فہم اور سیکڑون ضخیم جلدون کی بدل ہوگی، اس وقت اس کے سات نقشہ کار عجائب خانے تاریخ طبعیات
کے شعبۂ طبقات مین بطور نمائش رکھے گئے ہین، ان مین اولین تصویر یہ ظاہر کرتی ہے کہ ہماری زمین کس طرح
کرۂ آتشی سے آہستہ آہستہ سرد ہو رہی ہے، (س ا)

بے آدمی کا کارخانہ،

گذشتہ ستمبر مین نیویارک اڈیسن کمپنی نے امریکہ کے دارالسلطنت مین ایک بجلی گھر تیار کیا ہے، یہ بجلی خانہ الون کو روشنی وغیرہ پہونچائیگا، مگر اس کا سب سے بڑا اور عجیب کارنامہ یہ ہے کہ اس وسیع کارخانہ مین ایک آدمی بھی کام نہ کریگا، اور اس کے تمام پرزون کو ایک دوسرا صدر کارخانہ جو تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے انتظام چورون سے بچنے کے لئے اس کے چارون طرف برقی لہرون کی دیوار قائم ہے، اور ایک خاص قسم کی روشنی دفتر کو یہ بتاتی رہتی ہے کہ ہر چیز ٹھیک ہے، البتہ ہفتہ مین ایک مرتبہ پرزون کے جائزہ کے لئے انجینئر جایا کرے

غیر مرئی خاموش طیارہ، (سا)

واشنگٹن امریکہ کی علمی مجلس کے اخبار کا بیان ہے کہ طیارہ سازی مین ترقی کا ایک قدم اور آگے بڑھ اور آیندہ ایسے ہوائی جہاز بنائے جائینگے جو اڑتے وقت نظر نہ آئینگے، اور اس کے ساتھ ہی موجودہ پرواز بھی غائب ہوجائے گا، یورپ کی مختلف حکومتین اس قسم کے طیارون مین گہری دلچسپی لے رہی ہین، اس کے ساتھ ہی یورپ و امریکہ مین تجارتی و ذاتی طیارون کی اتنی کثرت ہوگئی ہے کہ ان کے زور کو روکنے کے لئے سڑکون کی طرح فضا مین بھی راہنما سپاہیون کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے، اور عنقر اس طرف عملی قدم بڑھایا جانے والا ہے، (لڈ)

انسانی گھڑی،

انگلستان کے دارالسلطنت لندن مین ایک گھڑی بنانے والا ہے، اس کا نام بل جینی ہے، اسکی عمر ۷۶ سال یہ شخص گذشتہ ۴۴ سال سے سولے ہوٹل کی ۵۰۰ گھڑیون کی نگہداشت کرتا ہے، اور ان مین کنجی دینے مین اس کے کام صرف ہوجاتے ہین، اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ رات دن مین جس وقت بھی اس سے وقت دریافت کیا جائے، وہ گھڑی دیکھ نصف منٹ توقف کے بعد بالکل صحیح وقت بتادیتا ہے، ڈاکٹرون اور ماہرین نفسیات نے طبی و نفسیاتی طریقہ سے اسکا امتحان وہ کسی طرح بھی اسکو شکست نہین دے سکتے ہین، چنانچہ انگلستان کے طبی و نفسیاتی حلقہ مین وہ ایک دلچسپ موضوع بن گیا ہے (لڈ)

ادبیات

ترانۂ آزادی

از

پروفیسر محمد اکبر صاحب منیر گورنمنٹ کالج ملتان

پروفیسر صاحب کی یہ وہ نظم ہے جو انھون نے اورنٹیل کانفرنس کے اجلاس لاہور کے مشاعرہ مین پڑھی تھی، اور بے حد مقبول ہوئی تھی" "معارف"

مین نسیم فصلِ بہار ہون، مین غزالِ دشتِ تتار ہون

جو کہ اپنے سائے سے رم کرے، مین وہ زخم خوردہ شکار ہون

کبھی آبِ بحر کی موج ہون، کبھی تابِ مہر کی فوج ہون

کبھی کوہ و دشت پہ گھر مرا، کبھی دوشِ مہ پہ سوار ہون

مری ضو سے ہوکے شرر فشان، ہے روان ستارون کا کاروان

مجھے سب سمجھتے ہین پاسبان، کہ مین زندگی کا حصار ہون

مجھے شوقِ وصلِ حیات ہے، اسے مرے دم سے ثبات ہے

وہ ہے زخمہ حسن کے ساز کا، مین ربابِ عشق کا تار ہون

کردن آشکار بہشت کو، رکھون پاک دل کی سرشت کو

جو جلادے ظلم کی کشت کو، مین وہ ابرِ صاعقہ بار ہون

مین بناؤن خواجہ غلام کو، دو ن فروغ صبح کا شام کو

مرے دم سے زندہ ہے آدمی، کہ مین زندگی کا شرار ہون

ئے تازہ ہے مری آرزو، خم نو کی ہے مجھے جستجو

جو مٹادے میکدۂ کہن، مین وہ رندِ بادہ گسار ہون

مین ہون نور بہر قلندری، مین ہون نار بہر سکندری

کبھی جوئے باغ بہار ہون، کبھی تیغ تیز کی دھار ہون

مین ہون عابدون کے سجود مین، مین ہون شاعرون کے سرود مین

مجھے ڈھونڈھ آہ کے دود مین، کہ مین دل جلون کی پکار ہون

مجھے عشق سا ہے منیّر سے میرے دل پہ لگتے ہین تیر سے

وہ ہے عندلیبِ سخن سرا، مین گلِ ہمیشہ بہار ہون

پروانہ

از مولوی سید ابو محمد ثاقب کانپوری

آہ اے عشقِ مجسم تو سراپا سوز ہے
تیری آہِ نارسا بھی کس قدر دلدوز ہے

تیری ہر جنبش مین ہے اک رازِ سربستہ نہان
تیری ہر لرزش سے ہے اک جوشِ بے پایان عیان

روح مین تیری تڑپ ہے دل مین ہے ذوقِ فنا
یعنی مرجانا ترے مذہب مین ہے اصلِ بقا

خانہ زادِ عشق مین اک رہروِ کامل ہے تو
اپنی منزل کے سوا ہر چیز سے غافل ہے تو

اہلِ دنیا کے لئے ہستی تری اک درس ہے
اک قدم مین منزلِ مقصود کو کرتی ہے طے

موت ہی کو تو سمجھتا ہے حیاتِ جاودان
کفر ہے تیرے لئے بے فائدہ آہ و فغان

خود بخود بیتاب ہوجاتا ہے شعلہ دیکھکر
پھونک لیتا ہے تو اپنے ہاتھ سے قلب و جگر

دیکھتے ہی شمع کو ہوجاتا ہے تو بے قرار
گھومنے لگتا ہے اس کے گرد تو دیوانہ وار

جل کے مرجاتا ہے تو اور آہ تک کرتا نہین
کیا سمجھتا ہے کہ اس مرنے سے تو مرتا نہین

کیا تری ہستی مرکب ہے گدازِ عشق سے
دل ترا معمور ہے کیا سوز و سازِ عشق سے

سچ بتا کس نے دیا ہے تجھکو یہ درسِ فنا
ہیچ ہے نظرون مین تیری کس لئے تیری بقا

آ مرے دل مین کہ یہ بھی جلوہ زارِ عشق ہے
اس کی ہر دھڑکن بھی اک سرمایہ دارِ عشق ہے

دل اگر تیرا سراپا یادگارِ درد ہے
شعلۂ مضطر مجسم تیری آہِ سرد ہے

دل ترا بیگانہ ہے اندیشہ ہاے مرگ سے
کھیل جانا جان پر اک کھیل ہے تیرے لئے

موت کے تو عقدۂ مشکل کو یون کرتی ہے حل
جیسے رہنے کے لئے گھر کوئی اپنا دے بدل

کاش ثاقب کو بھی آجائے ترا سوز و گداز
زندگی کے فلسفہ کا وہ بھی ہو دانائے راز

باب التقریظ والانتقاد

ذکر میر

میر تقی میر کو شاعر سب کوئی جانتا تھا، مگر ان کو مورخ و تذکرہ نویس ہونا کم لوگ جانتے تھے، لیکن انجمن ترقی اردو کا ممنون ہونا چاہئے کہ اس نے سب سے پہلے میر کا تذکرہ نکات الشعراء، اور اب اس نے میر کی خود نوشت سوانحعمری چھاپی ہے، جس کا نام ذکر میر ہے، بظاہر تو میر صاحب نے خود اپنے قلم سے اپنے حالات لکھے ہیں، مگر درحقیقت اپنے زمانہ کی پوری تاریخ [illegible] ہے، جو اس عہد کی سیاسی تاریخوں سے زیادہ دلچسپ اور حقیقت نگار ہے،

زبان فارسی ہے کہ اس عہد کی بھی علمی و ادبی زبان تھی، فارسی بھی ایسی ہے جو لطیف اور شیرین ہے، زیادہ تر اس میں سادگی، اور کہیں کہیں تکلف و تصنع کا بھی دخل ہے، تاہم میر صاحب کی زبان ہونے کی وجہ سے ہم ادب سے کچھ نہیں کہہ سکتے۔

کتاب سے پہلے مولوی عبدالحق صاحب ناظم انجمن کا ایک مختصر دیباچہ ہے، جس میں انھوں نے ان چند باتوں کو دکھایا [illegible] جنکا شہرہ آب حیات کے ورک خانہ کی گپوں کی بدولت بہت کچھ ہے، مگر ان کی حقیقت نہیں ہے یا نفس واقعہ تو معمولی [illegible] مگر جس طرح آب حیات میں اس کو نمک مرچ لگا کر بیان کیا ہے وہ صحیح نہیں، مثلاً،

۱- آب حیات اور گلزار ابراہیم میں میر صاحب کے والد کا نام میر عبداللہ لکھا ہے، مگر میر نے میر علی متقی بتایا ہے،

۲- بعض لوگوں نے ان کی سیادت میں شبہہ کیا ہے، جس کا ذکر آب حیات میں ہے لیکن ذکر میں میر نے ہر جگہ [illegible] والد کے اور اپنے نام کے ساتھ میر لکھا ہے،

۳- میر صاحب کے والد میر علی متقی کی دو شادیاں ہوئی تھیں، جن میں سے ایک بیوی سراج الدین علی خان آرزو کی بہن تھیں، آب حیات میں ہے کہ میر علی متقی کی دوسری بیوی خان آرزو کی بہن تھیں اور میر پہلی بیوی کے بطن سے

مگر خود میر نے اس کا الٹا لکھا ہے، یعنی ان کے والد کی پہلی شادی خان آرزو کی بہن سے ہوئی تھی، اور میر دوسری بیوی کے بطن سے پیدا ہوئے،

۴- آزاد نے میر صاحب کا لکھنؤ میں ورود جس ٹھاٹھ سے لکھا ہے وہ افسانہ تو یقیناً ان کا طبع زاد ہے، مگر اس کے ساتھ ہی جس طرح بیکسی اور کس مپرسی کے ساتھ آزاد نے ان کو "پورب کے دیار" میں پہونچایا ہے، وہ بھی تمام تر تخیل ہے، میر کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑی عزت و توقیر کے ساتھ بلائے گئے تھے اور رکھے گئے تھے،

میر صاحب کی وفات کی تاریخ تو ۱۲۲۵ھ سب نے لکھی ہے مگر ان کی پیدائش کی تاریخ کا پتہ نہ تھا، کوئی سو برس کی عمر بتاتا تھا کوئی اسّی برس بتاتا تھا مگر میر صاحب کے مختلف بیانات کے ملانے سے مقدمہ نگار نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ وہ [illegible] ۱۱۳۵ھ میں پیدا ہوئے تھے، اور اس حساب سے ان کی عمر ۹۰ سال کی تھی،

ذکر میر میں میر صاحب کے ذاتی اور خاندانی حالات کے علاوہ حسب ذیل تاریخی واقعات پر بھی روشنی پڑتی ہے،

مرہٹوں کی چڑھائی دلی پر، عالمگیر ثانی کا قتل، درانیوں کی آمد اور مرہٹوں کی شکست، دلی کی تاریخ تباہی، قاسم علی خان ناظم بنگال، نجیب الدولہ، شجاع الدولہ وغیرہ کی باہمی ناچاقیاں، شجاع الدولہ اور انگریزوں کی لڑائی، شجاع الدولہ اور روہیلوں کی لڑائی، مرہٹوں کا تسلط، غلام قادر خان کا جور وستم، بادشاہ دہلی اور انگریزوں کے تعلقات، وغیرہ،

کتاب کے آخری باب میں مرزا اسماعیل کا مرہٹوں کو شکست دینا، اور مرزا اسمٰعیل اور غلام قادر خان کا مرہٹوں کے مقابلہ میں اتحاد و معاونت کا معاہدہ ہونا، اور غلام قادر خان کا بدعہدی کرنا، اور مرزا کا شکست کھانا، اور دلی کی تباہی، یہ واقعات نہایت عبرت انگیز لکھے ہیں، اور اسی پر کتاب ختم ہو گئی ہے، یہ کتاب نہ صرف میر کے حالات کے لحاظ سے بلکہ ہندوستان کی آخری تاریخ ہونے کے لحاظ سے بھی نہایت اہم ہے،

کتاب کا یہ نادر نسخہ مولوی بشیر الدین صاحب کے اسلامیہ اسکول اٹاوہ کے کتبخانہ میں دستیاب ہوا، اور اس کا دوسرا نسخہ مولوی محمد شفیع ایم اے وائس پرنسپل اورینٹل کالج لاہور کے ہاں سے ملا، اور ان دونوں کے مقابلہ سے اس کی اشاعت ہوئی ہے،

انجمن کے مطبع میں ٹائپ میں چھپی ہے، ضخامت ۳۰۵ صفحے قیمت عا، مجلد [illegible] غیر مجلد [illegible] پتہ: انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد دکن،

ہماری شاعری

یہ کتاب ہماری اردو شاعری پر ایک تبصرہ ہے، مولوی سید مسعود الحسن صاحب رضوی ایم، اے معلم اردو لکھنؤ یونیورسٹی کی تصنیف ہے، پہلے یہ مضمون کی صورت مین رسالہ اردو اورنگ آباد مین چھپا تھا، اور اب ایک کتاب کی صورت مین شایع ہوا ہے،

مولف نے اس مین اردو شاعری پر مختلف حیثیتون سے نظر ڈالی ہے، اور اس کے محاسن اور خوبیون کو ابھار کر دکھایا ہے، اور جدید تعلیمیافتہ اصحاب کی طرف سے جو اس پر اعتراضات کئے جاتے ہین اُن کا جواب دیا ہے، اور ساتھ ہی انگریزی سے اس کا مقابلہ کر کے دکھایا ہے، پہلے دیباچہ ہے، جس مین نفس کتاب کے موضوع، متعلقات اور خصوصیات کا تذکرہ ہے، پھر مقدمہ ہے، جس مین شاعری کی ضرورت اس کے فوائد، اس کی اہمیت، اس کی حقیقت، اس کی معنوی اور لفظی خوبیان اور اشعار کے فرق مراتب بیان کئے ہین، اس کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے، جس مین اردو شاعری پر تعلیمیافتہ اصحاب کے سات اعتراضات کے جوابات دیئے ہین، یہ سات اعتراضات حسب ذیل ہین،

۱۔ اردو شاعری مین معشوق ہمیشہ مرد ہوتا ہے، اور یہ بات خلاف فطرت اور مخرب اخلاق ہے،

۲۔ معشوق کا سراپا اور اس کی طبعی خصوصیتین یعنی ظلم وستم وغیرہ دونون خلاف فطرت ہین،

۳۔ رقیبون کی کثرت اور عاشق ومعشوق اور رقیبون کے باہمی تعلقات سے عاشق ومعشوق دونون کی اخلاقی پستی کا ثبوت ملتا ہے،

۴۔ اردو شاعری کا دائرہ نہایت محدود ہے،

۵۔ اردو شاعرون کے خیالات مین یکرنگی نہین ہوتی،

۶۔ اردو شاعری مین ہندوستانیت کم اور ایرانیت زیادہ ہے،

۷۔ اردو شاعری تقلیدی اور غیر فطری ہے،

یہ تو نہین کہا جا سکتا کہ مصنف کو ہر اعتراض کے جواب دینے مین پوری پوری کامیابی ہوگئی ہے، لیکن اس مین شبہہ نہین کہ جوابات کے پردہ مین مصنف نے جس تفصیل، جس خوبی، جس شگفتگی، جس خوش اسلوبی اور جن مختلف پہلوون سے ہماری شاعری پر نظر ڈالی ہے، اور جس طرح نگاہون سے اوجھل نکتون کو منظر عام پر لایا ہے، وہ حد درجہ تحسین اور داد کا مستحق ہے؛ اور یہ کہنا بالکل صحیح ہے، کہ اردو شاعری کی تنقید وتبصرہ پر مقدمہ حالی کے بعد ہماری زبان مین یہ دوسری تصنیف ہے اور اس حیثیت سے ہم یہ کہہ سکتے ہین، کہ یہ مقدمہ کا تکمہ ہے،

رموز ونکات کی تشریح مین شاعر نے جابجا حکایات اور افسانون کا جو رنگ پیدا کیا ہے، وہ بیحد دلچسپ اور موثر ہے، ایک جگہ دلکشور یہ گنج اور امین آباد کی نئی سڑک کے سلسلہ مین مکانات کی بربادی، اور غریبون کے بےخانمان ہونے اور عورتون کے رات کو آ آ کر اپنے اپنے مکان کی مٹی کے ڈھیر پر بیٹھکر رونے کی حکایات بیان کر کے یہ شعر اس پر چسپان کیا ہے:

نشیمن پھونکنے والے ہماری زندگی یہ ہے
کبھی روئے، کبھی سجدے کئے خاک نشیمن پر

اس سلسلہ مین مجھے بھی ایک واقعہ یاد آیا جس زمانہ مین جھاؤلال کے پل کی طرف مکانات ٹوٹ رہے تھے، اور امین آباد کی طرف سے آنے والی سڑک سے وہ سڑک ملائی جا رہی تھی، مولانا شبلی مرحوم کے ساتھ مجھے اُس سمت سے گذرنے کا اتفاق ہوا، ہوا، نظر جب ان کھنڈر دن پر پڑی تو بے اختیار یہ مصرع ان کی زبان سے نکل گیا،

کردیا سفاک نے میدان صاف،

اس وقت سے یہ مصرع مجھے یاد ہے،

چھٹے اعتراض کی اصلیت کو مصنف نے تسلیم کیا ہے، اور وہ ہے بھی حقیقت، لیکن اسی کے ساتھ یہ بالکل صحیح کہا ہے کہ پرانے حکایتی شخصیتون کو جن کے بانی کے دامن کے ساتھ ہمارے ہزارون خیالات اور تصورات لپٹے ہوئے ہین، ان کو یک قلم نظرانداز نہین کیا جا سکتا ہے، تاہم ہندوستانیت کی راہ کو اب اردو شاعری مین نمایان کرنا، اردو شاعری کی آیندہ زندگی کی ضمانت ہے، نوشیروان، خسرو، رستم، جس طرح اردو شاعری کے ڈرامہ کے ایکٹر ہین، ان کے ساتھ اگر رام، بھیم، ارجن

کرشن، بھیم شامل ہو جائین تو کیا ستم ہوگا؟

تیسرے اعتراض کے جواب مین مصنف نے جو نکات بعید الوقوع پیدا کئے ہین، اُن سے ان کی ذہانت کا بے شبہ ثبوت ملتا ہے، تاہم اعتراض کی اصلیت سے انکار نہین ہو سکتا اور یہ ماننا پڑتا ہے، اور خصوصاً لکھنؤ کی اس صنف شاعری کو سامنے رکھکر جو آتش و ناسخ سے لیکر جلال تک رہی، افسوس کہ یہ مختصر تبصرہ اس کا متحمل نہین، ورنہ اگر اس قسم کے اشعار کے تمام مناظر مصنف کے سامنے رکھدیے جائین تو ان کی تہذیب و متانت کی آنکھین خود بخود دبیخ جھک جائین،

مصنف بھی ان عیوب سے ناواقف نہین ہین جو اردو شاعری مین پائے جاتے ہین، چنانچہ انھون نے خاتمہ مین لکھا ہے،

"آخر مین پھر یاد دلائے دیتا ہون کہ مین نے اردو شاعری کی جا و بیجا حمایت کا بیڑا نہین اٹھایا ہے، میرا یہ دعویٰ تو ضرور ہے کہ ہماری شاعری کا ایک حصہ ایسا بھی ہے، جس پر اعتراض کی انگلی نہین اٹھ سکتی، اور جو کسی زبان کی شاعری کے مقابلہ مین دب نہین سکتا، مگر اس کے ساتھ ہی مین اردو شاعری کو نہ تمام عیبون سے پاک سمجھتا ہون، نہ اصلاح سے مستغنی جانتا ہون،"

آخر مین مصنف کی انشاپردازی، فصاحت کلام اور حسن بیان کی داد بھی ضروری ہے، کہ چھوٹے چھوٹے فقرون مین اور سادہ عبارت مین کہین کہین پرلطف شوخی اور شگفتگی پیدا کردی ہے،

انجمن ترقی اردو کی طرف سے پتھر کے چھاپہ پر نہایت اہتمام اور خوبی کے ساتھ چھپی ہے، ضخامت ۲۲۳ صفحے، قیمت ۲؎، پتہ:- دفتر انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد دکن،

خلفائے راشدین

سیر المہاجرین کا حصۂ اول، یہ چارون خلفاء رضؓ کے ذاتی حالات فضائل اور مذہبی و سیاسی کارنامون اور فتوحات کا آئینہ ہے، حجم ۴۰۵ صفحے، قیمت :- سے؎

"منیجر"

مطبوعات جدیدہ

غالب، از ڈاکٹر عبد اللطیف صاحب، ایم اے، پی، ایچ ڈی، مجلد صفحہ زبان انگریزی، قیمت سے؎ مصنف سے کلیہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد سے طلب کیجئے،

اگر یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تاریخ اپنے کو دہراتی ہے تو اس سے بھی انکار نہین ہو سکتا کہ مصنفین کے متعلق رائین بھی گھومتی رہتی ہین، جب شکسپیر کا مرنے کے بعد سے یہی حال ہے، لیکن ہماری اردو دنیا مین تو غالب کو زندگی ہی مین "بادِ مخالف" سے دوچار ہونا پڑا تھا، مرنے کے بعد کچھ دنون تک خاموشی سے اور پھر علانیہ اس کے محاسن کا اعتراف ہونے لگا، حتی کہ آج سے تقریباً ۱۸ سال قبل ڈاکٹر عبد الرحمن بجنوری مرحوم نے تو غالب کی اردو شاعری کو فنون لطیفہ اور علوم عقلیہ کی دائرۃ المعارف بنا دیا، اسی وقت سے لوگون کو خطرہ تھا کہ اب اس صعود کے بعد ہبوط ہی ہے، چنانچہ بعض حلقون مین ان کی شاعری پر از سر نو اعتراضات شروع ہوئے، یہان تک کہ ان پر سرقہ اور انتحال بالجبر تک کا الزام لگایا گیا، اور اب ہمارے لائق ڈاکٹر نے ایک مستقل تصنیف، اس موضوع پر لکھدی کہ "غالب مین شاعر اعظم ہونے کا کوئی وصف نہین ہے"

ڈاکٹر صاحب نے غالب کے تذکرہ کی تحقیقات ہی مین اپنا تمام زور صرف کر دیا ہے، اور غالب کی نفس شاعری پر جو کچھ لکھا ہے، وہ بے اثر، عاجلانہ، غیر منطقیانہ اور ایک بڑی حد تک خفگیانہ ہے، ان کی کتاب پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ جس صورت سے بھی ہو، بجنوری مرحوم پر حملہ کرنا چاہتے ہین، ایک جرمنی کے ڈاکٹر صاحب سے یہ لغزش ان کے خیال مین ہو گئی تھی تو کم از کم انگلستان کے ڈاکٹر سے تو نہ ہونا چاہئے تھی، ہم ڈاکٹر صاحب کی تحقیق کی قدر کرتے اور داد دیتے ہین، ہم کو غالب کے قوم پرست ہونے کے متعلق ان کا جو خیال ہے، اس سے کامل اتفاق ہے، لیکن ہم ان کے آخری فیصلہ سے متفق نہین، دوسرے ان کو مغرب کی جگہ مشرق کی دنیائے شاعری مین رہکر فیصلہ کرنا چاہئے تھا، کیا اب ہمارے علوم

فنون کے پرکھنے کے لئے بھی مغربی جج اور ان کا قانون استعمال کیا جائیگا؟

آخر میں ہم کو ڈاکٹر صاحب سے یہ بھی شکایت ہے کہ انھون نے نہ معلوم کیون اپنے خیالات کا اظہار اردو میں نہین کیا، حالانکہ وہ اس واحد جامعہ کے استاذ ہین، جس کا بنیادی اصول ہر چیز کو "اردوانا" ہے،

نہرو رپورٹ، مترجمہ جامعۂ ملیہ صفحہ ۲۰۸، قیمت عہ، پتہ:۔ مکتبۂ جامعہ ملیہ دہلی،

ہندوستان کی سیاسی تعمیری مساعی مین، یہ رپورٹ تاریخی حیثیت رکھتی ہے، اور اسے ہندوستانی مطالبات کا اولین مجموعہ سمجھنا چاہئے، آل پارٹیز کانفرنس نے ہندوستان کے اردودان طبقہ کی واقفیت کے لئے اسے ایک لائق مجلس کے ہاتھون ترجمہ کراکے شایع کیا ہے، اور ہم تمام سیاست دوست اصحاب سے اس اہم سیاسی تاریخی دستاویز کے مطالعہ کی پرزور سفارش کرین گے، رپورٹ کے آخر مین متعدد اہم ضمیمے بھی ہین، ترجمہ بہت اچھا ہے، اگر آخر مین اصطلاحات کے تراجم کی ایک فہرست دیدیجاتی تو بہتر ہوتا، لیکن شائد ارباب جامعہ نے نفس رپورٹ مین ایک حرف کا تغیر و تبدل بھی پسند نہین کیا، اور یہ ان کی انتہائی احساس ذمہ داری کی دلیل ہے،

دولت آصفیہ اور حکومت برطانیہ، مصنفہ مولوی ابوالاعلیٰ مودودی صفحہ ۱۹۲، قیمت ۱۰ ر پتہ:۔ کتبخانۂ رحیمیہ سنہری مسجد، دہلی،

دولت آصفیہ کو سب سے بڑی ہندوستانی ریاست، اور ملک کی تمام مفید تحریکون اور مجلسون کے ملجا و ماوی ہونے کی حیثیت سے سب سے زیادہ اہمیت حاصل رہی ہے، لیکن آج سے چار سال قبل برار کی واپسی کے سوال اور اسکے متعلق سابق وایسرائے لارڈ ریڈنگ کے متکبرانہ جواب نے ملک مین اس ریاست کی طرف ایک اور عام ہمدردی پیدا کردی ہے، اور ہر شخص یہ جاننے کے لئے بے چین ہے کہ ابتدا سے انگریزون اور حکومت آصفیہ مین کیا تعلقات رہے ہین اور کس طرح مختلف معاہدون کے خلاف برطانوی حکومت نے اس وسیع حکومت کے مختلف حصون پر نامنصفانہ قبضہ کرلیا ہے، ایسی حالت مین یہ مختصر لیکن ایک حد تک جامع تصنیف اس ضرورت کو بہت اچھی طرح پوری کرتی ہے، اور نہ صرف اردو بلکہ ہندوستان مین اپنی قسم کی یہ پہلی کتاب ہے، مولوی ابوالاعلیٰ صاحب الجمعیتہ کے سنجیدہ و متین مدیر کی حیثیت سے ملک مین اچھی طرح روشناس ہین، اور یہ کتاب تمامتر اسی سنجیدگی کی حامل ہے، انگریزی مین ان کتابون کے علاوہ جن کا مصنف نے حوالہ دیا ہے، ڈاکٹر باسو کی ضخیم تصنیف "مسیحی قوت کا ہندوستان مین استحکام" اس مقصد کے لئے بہترین ماخذ ہوسکتی ہے، اور ہم کو امید ہے کہ اب جبکہ مولوی صاحب ادارت کے بارگران سے سبکدوش ہوکر اسی ریاست مین قیام پذیر ہین، تو وہ اپنے وعدہ کے مطابق بہت جلد اس رسالہ کو کتابی صورت دین گے، اس وقت تک کے لئے اصحاب شوق اسی کو مغتنم سمجھین، کتاب مین بعض جگہ ترجمہ مین روانی نہین پیدا ہوئی ہے، اور کہین کہین طباعت کی غلطیان بھی ہین،

مضامین چکبست، (مجموعۂ مضامین پنڈت برج نراین چکبست آنجہانی) مرتبۂ کارکنان انڈین پریس، صفحہ ۳۳۶، قیمت عہ پتہ انڈین پریس الہ آباد،

پنڈت برج نراین چکبست اردو کے ان ممتاز ہندو انشاپردازون مین تھے، جن کو اردو سے خاص محبت تھی، اور ساتھ ہی وہ قدرت ہی کی طرف سے ایک سلجھا ہوا دماغ اور ذوق صحیح لیکر پیدا ہوئے تھے، ان کے مضامین، ان کی بہترین انشاپردازی، ان کا صحیح استدلال، ان کی وسعت معلومات اور ان کے ذوق سلیم کے آئینہ دار ہین، ہندوستان کے بہترین رسائل اور چوٹی کے اخبارات مین ان کے مضامین شایع ہوتے تھے، ۱۹۲۶ء مین اچانک ان کا انتقال ہوگیا، اب سے کچھ پہلے ڈاکٹر سپرو ان کا دیوان شایع کرچکے ہین، اور اب شاید انھین کے اشارہ سے یہ مجموعہ مضامین شایع ہوا ہے، ہر مضمون اپنے اندر معلومات اور تاریخی کوائف کا ایک ذخیرہ رکھتا ہے، اور اگر ہمارے ملک مین ایسے ہی بے تعصب انشاپرداز ہون تو ملک بہت جلد زبان وغیرہ کے جھگڑون سے نجات پاجائے، کتاب کی چھپائی بھی اچھی ہے، اور نفس کتاب یقیناً لائق مطالعہ،

طرۂ امیر، مولفہ جناب مولوی امیر احمد صاحب علوی، صفحہ ۱۸۴، قیمت عہ، پتہ:۔ مالک انوار المطابع لکھنؤ،

رسالہ الناظر لکھنؤ کے ناظرین مولوی امیر احمد صاحب کاکوروی سے اچھی طرح واقف ہون گے، وہ اپنے سرکاری فرائض کے ساتھ ہی ساتھ ادبی خدمات کو بھی ہاتھ سے جانے نہین دیتے، اور الناظر کی اکثر طویل تنقیدین انھین کی لکھی ہوئی ہین، اب انھون نے مذکورہ بالا نام سے عہد آخر کے مسلم استاد منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی کے کلام کا انتخاب

ان کے مفصل تذکرہ اور ان کی شاعری پر عقیدت مندانہ تنقید کے ساتھ شائع کیا ہے، تذکرہ و تنقید کی مفصل سنجیدہ او
بڑی حد تک غیر جانبدار، نہ بھی ہیں، انتخاب کلام میں انھون نے حضرت امیر کے صرف دونون دیوانون ہی سے
لی ہے، بلکہ ان کے تذکرہ گوہر انتخاب کو بھی پیش نظر رکھا ہے، یہ انتخابات ۱۸ صفحات پر مشتمل ہیں،

کلیاتِ وطن، مرتبہ جناب غلام معین الدین صاحب یوسفی صو ۲۰، قیمت پتہ :- مکتبہ ابراہیمیہ
روڈ، حیدر آباد دکن،

جناب یوسفی نے اس نام سے حیدر آباد دکن کے ایک صوفی بزرگ جناب سید افتخار علی شاہ صاحب و
کلام مع تذکرہ شائع کیا ہے، یہ کلیات اس سے پہلے بھی متعدد بار شائع ہو چکا ہے، لیکن چونکہ ان میں غلطیان تھیں
یہ جدید اڈیشن، عالم وجود میں آیا، آخر میں چار صفحات تاریخی اشعار و اعلانات پر مشتمل ہیں،

سیر الصحابہؓ کے حصۂ مہاجرین کی دوسری جلد

مہاجرینؓ

حصۂ اوّل

از مولوی حاجی معین الدین صاحب ندوی سابق رفیق دار المصنفین

جس میں بقیہ حضرات عشرہ مبشرہؓ و اکابر بنی ہاشم و قریش اور ان حضرات صحابہؓ کے حالات
اخلاق و فضائل اور ان کے مذہبی، علمی، سیاسی مجاہدات اور کارنامے ہیں جو فتح مکہ سے
اسلام لائے، شروع میں ایک مقدمہ ہے جس میں قریش کی تاریخ اور قبائل مہاجرینؓ کی
ہے، ضخامت :- ۴۴۴ صفحے، قیمت :- للعہ "منیجر"

دو الم رسالات ۴ر
فی من ہو النبیح، عربی میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے
ایک مدلل اور پر زور رسالہ یہودیون اور عیسائیون کے
ہر قسم کے اعتراضات کا قلع قمع کر دیا ہے، ۱۰ر
حصۂ اول و دوم، اردو میں سہل طرز پر عملی مشقون کے ذریعہ
قیمت :- حصہ اول ۶ر دوم ۵ر
الجواب، ناتہ عالی کے طرز پر عربی کی نحو جدید اردو نظم میں
کے حفظ کے لئے، قیمت ۲ر

مولانا سید سلیمان ندوی

نبوی حصۂ معجزات، قیمت :- عے رہے
القرآن حصہ اول، عرب کا قدیم جغرافیہ، عاد و ثمود، سبا، اصحاب الایکہ
اصحاب الفیل کی تاریخ اس طرح لکھی گئی ہے، جس سے قرآن مجید
وہ واقعات کی یونانی و رومی، اسرائیلی لٹریچر اور موجودہ آثار قدیمہ
ت سے تائید و تصدیق ثابت کی ہے، قیمت :- عہ
قرآن جلد دوم، اقوام قرآن میں سے مدین، اصحاب الایکہ، قوم
اصحاب الرس، اصحاب الحجر، نبو قیدار، انصار اور قریش کی تاریخ
تجارت زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث صفحہ ۲۵۱، قیمت ۱۲ر
(طبع دوم) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حالات
مناقب و فضائل و اخلاق اور ان کے علمی کارنامے اور
صنف نسوانی پر ان کے احسانات اور اسلام کے متعلق ان کی
معترضین کے جوابات، قیمت :- ہے
دروس الادب العربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترجمہ قیمت :- ۲ر
دوسری ریڈر، طبع سوم، قیمت :- ۳ر
رسالہ اہل السنۃ و الجماعۃ، فرقہ اہل سنت و الجماعۃ کے اصولی عقائد کی
طبع سوم، قیمت :- ۸ر
مالک، امام مالک کی سوانحعمری اور موطا، امام مالک پر تبصرہ عہ
اور ہندوستان، آغاز اسلام سے اس عہد تک سلاطین ہند اور
اسلام کے تعلقات اور سلاطین ہند کے سکون اور کتبون سے
ن کا ثبوت، قیمت :- ۳ر
اسلام اور خلافت موجودہ عہد میں خلافت عثمانیہ کے قیام و بقا
کی مسلمان قومین کیا جد و جہد کر رہی ہیں، مصنف کے سفر یورپ کے
واقعات ہیں، قیمت :- ۶ر
عثمانیہ اور دنیائے اسلام، اس میں یہ دکھایا گیا ہے، کہ

خلافت عثمانیہ نے مسلمانون اور اسلامی ملکون کی گذشتہ صدیون میں کیا کیا
خدمتین انجام دی ہیں، قیمت :- عہ
بہادر خواتین اسلام، مسلمان عورتون کے جنگی اور اخلاقی بہادری کے
کارنامے، طبع سوم قیمت :- ۸ر
بشری، عیسائیون کا اعتراض تھا کہ مسلمانون کا خدا قہار و جبار ہے،
اس میں اسکا جواب دیا گیا ہے، اور دکھایا گیا ہے کہ اسلام میں محبت و رحمت
الٰہی کا کیا درجہ ہے، اور مذہب کس قدر محبت ہے اور اس باب میں
اسلام کی تعلیم کیا ہے، قیمت :- ۴ر
لغات جدیدہ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری معقول صاف زیر طبع عہ

مولانا عبد السلام ندوی

اسوۂ صحابہؓ جلد اول، صحابہؓ کے عقائد، عبادات، اخلاق اور معاشرت کی صحیح
تصویر، اور قرون اولیٰ کے اسلام کا عملی خاکہ، اسکا مطالعہ ہر مسلمان کا فرض ہے،
ضخامت ۰۰ ۳ صفحے، قیمت :- ہے
ایضاً جلد دوم، صحابہؓ کے سیاسی، انتظامی اور علمی کارنامون کی تفصیل، ضخامت
۴۵۰ صفحے، قیمت :- للعہ
انقلاب الامم، ڈاکٹر لیبان کی مشہور کتاب قومون کی ترقی و تنزل کے قوانین
نفسی کا خلاصہ طبع دوم، قیمت :- ۶۱ر
اسوۂ صحابیات، صحابیات کے مذہبی، اخلاقی، اور علمی کارنامون کا مرقع قیمت :- عہ
سیرت عمر بن عبد العزیز، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ خلیفہ اموی کے سوانح حیات
اور ان کے مجددانہ کارنامے طبع دوم ضخامت ۲۹۰ صفحے، قیمت :- عہ
شعر الہند حصہ اول، جس میں قدما کے دور سے لیکر دور جدید تک اردو شاعری
کے تمام تاریخی تغیرات و انقلابات کی تفصیل کی گئی ہے، اور ہر دور کے مشہور اساتذہ
کے کلام کا باہم موازنہ و مقابلہ کیا گیا ہے، کاغذ اور لکھائی چھپائی اعلیٰ مطبوعہ
معارف پریس ضخامت ۴۴۵ صفحے، قیمت :- للعہ
حصۂ دوم، جس میں اردو شاعری کے تمام اصناف یعنی غزل قصیدہ مثنوی
اور مرثیہ وغیرہ پر تاریخی و ادبی حیثیت سے تنقید کی گئی ہے، کاغذ اور کتابت
و طباعت عمدہ، ضخامت ۴۵۹ صفحے، قیمت :- للعہ
تاریخ فقہ اسلامی، اس میں ابتدائے نبوت سے لیکر آج تک ہر دور کی فقہ اور
فقہا کے کارنامون پر مکمل تبصرہ کیا گیا ہے، جس سے جدید فقہ کی ترتیب میں
بڑی مدد مل سکتی ہے، ضخامت ۴۹۰ صفحے، قیمت عہ

مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اس کا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اس کے
فلسفہ کی تشریح قیمت مجلد عہ غیر مجلد عہ ضخامت ۲۹۰ صفحے،